محمد مہدی آلآصفی

درسِ انقلاب



درسِ انقلاب

(ایران کے اسلامی انقلاب سے سیکھے ہوئے دروس)

محمد مہدی الآصفی

دار الثقافة الإسلامية
۲- بے - ۳/۶ ناظم آباد نمبر ۲ کراچی - ۱۸

نام کتاب ——— درس انقلاب

قلم ——— محمد مہدی الآصفی

ترجمہ ——— اسد علی شجاعی

ناشر ——— دار الثقافۃ الاسلامیہ

طبع اوّل ——— ۱۴۰۵ھ ـ ۱۹۸۵ء

تعداد ——— ۳،۰۰۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شہداء کے نام :-

ہر انقلاب کا دارومدار لہو، آنسو اور سیاہی کے قطروں پر ہوتا ہے۔ جب قسمت نے مجھے یہ موقع فراہم نہ کیا کہ میں ایران کے مبارک اسلامی انقلاب کے لیے اپنے خون کا نذرانہ پیش کر سکوں تو میرے پاس آنسوؤں سے ملے ہوئے سیاہی کے یہی قطرات موجود تھے، جنھیں میں ایران کے ان عظیم جیالے شہداء کے ارواح کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں جنھوں نے اسلام کی راہ میں جہاد کیا۔

محمد مہدی الآصفی

فہرست

عرضِ ناشر

دارالثقافۃ الاسلامیہ انقلاب اسلامی کی چھٹی سالگرہ کے موقع پر امید مستضعفانِ عالم، رہبرِ عظیم الشان حضرت امام خمینی مدظلہ العالی، امید امام وامت حضرت آیت اللہ العظمیٰ منتظری اور ملت ایران کے جانباز شہدائے اسلام کی خدمت میں ہدیۂ تبریک وتہنیت پیش کرتا ہے۔ اس مبارک موقع پر ادارہ اپنے قارئین کی خدمت میں درسِ انقلاب اسلامی کے موضوع پر یہ کتاب پیش کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہے۔

انقلاب اسلامی ایک ایسا حسین وجمیل اور محبوب ومرغوب لفظ ہے جس کی خوبی سے انکار ممکن نہیں۔ اس لفظ کا مفہوم ومقصد یہ ہے کہ جہاں جہاں الحادی اور سیکولر نظام ہے اسے منقلب کر کے اسلامی نظام قائم کیا جائے۔

لیکن جس قدر یہ لفظ شیریں ہے، اس کے حصول کا طریقۂ کار اسی قدر کٹھن اور دشوار گزار ہے۔ ہزاروں دشواریوں، تلخ اور کانٹے دار راستوں اور خون کی

موجوں سے گزر کر ہی انقلاب کامیابی کی منزل تک پہنچتا ہے پھر جتنا راستہ اور طریقۂ کار دشوار ہوتا ہے۔ انقلابیوں کی ذمہ داریوں میں بھی اسی قدر اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔

درسِ انقلاب، انقلابِ اسلامی کے شیدائیوں کے لیے قرآن وسنت اور انقلاب اسلامی ایران کے طویل وعریض عرصۂ جد وجہد سے ماخوذ نتائج کا ایک درس ہے۔ جسے مجاہد کبیر، مفکر عظیم حجۃ الاسلام والمسلمین محمد مہدی الآصفی مدظلہ العالی نے اپریل ۱۹۷۹ء میں اللہ کی طرف دعوت کے عنوان سے لندن میں منعقدہ کانفرنس میں پیش کیا۔

علامہ موصوف کا شمار حوزہ علمیہ نجف اشرف کے فعال ومتحرک علماء میں ہوتا ہے۔ آپ حوزۂ علمیہ کے طلاب کی تربیت وتدریس کے علاوہ کئی دیگر دینی دانشگاہوں میں بھی تدریس فرماتے تھے۔ جیسے کلیۃ اصول دین بغداد، کلیۃ فقہ نجف اشرف وغیرہ۔ علاوہ ازیں جتنے دینی اخبارات ومجلے عراق سے نکلتے تھے شاذونادر ہی آپ کے مضامین سے خالی ہوتے تھے۔ میدان تالیف میں بھی آپ نے بہت سی معرکۃ الآراء کتابوں کی تالیف فرمائی جن میں سے چند کتابیں یہ ہیں۔

(۱) ——— حقیقۃ الحریۃ۔

(۲) ——— نظام المالی وتداول الثروۃ

(۳) ——— الامامۃ فی التشریع الاسلامی

(۴) ——— المدخل الی دراسۃ التشریع الاسلامی

(۵) ——— العلاقۃ الجنسیۃ فی القرآن الکریم

خداوند متعال سے دعا ہے کہ وہ ہمارے نوجوانوں کو انقلاب اسلامی سے درس لیتے ہوئے اپنے ملک میں بھی اسلامی انقلاب کی راہیں ہموار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ناشر

حرفِ آغاز

ایران کا اسلامی انقلاب صحیح معنوں میں ہر لحاظ سے بڑا مبارک انقلاب ہے۔ اللہ کی طرف جھکا دینے والے اس انقلاب نے ہمیں بہت سے مفید تجربے، بہت سے سبق، بہت ساری نصیحتیں اور بہت سارے افکار و خیالات عطا کیے ہیں۔

یہ افکار و خیالات اسلامی دعوت اور اسلامی تبلیغ کی بنیاد ہیں۔ یہ افکار و خیالات ہمیں گزشتگان کی حق و باطل کے درمیان جنگ کے ان قصّوں سے حاصل ہوئے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے۔ یہ افکار و خیالات پہلے ہی سے مبلّغین کے دلوں میں رچے بسے ہوئے تھے لیکن یہ پہلے صرف نظریات و افکار تھے اور عملی شکل میں ہماری آنکھوں کے سامنے نہ تھے اب یہی نظریات ایک زندہ حقیقت میں تبدیل ہو گئے ہیں جسے ہم چھو سکتے ہیں اور دیکھ سکتے ہیں۔ نظریات کی اس روح کو

جسم، اسلامی انقلاب نے فراہم کیا ہے۔ اسی اسلامی انقلاب نے ان نظریات کو حرکت، حیات اور خون دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے میری دعا ہے کہ میرے یہ مومن بھائی "اللہ کی طرف دعوت" کے عنوان سے جس مبارک کانفرنس کا انعقاد کر رہے ہیں، میں اس کے لیے ان دروس و افکار و نظریات کا خلاصہ پیش کر سکوں۔

انقلاب اور معرفتِ خداوندی

میری نظر میں سب سے پہلی اور سب سے اہم بات جو ہمیں اس انقلاب سے حاصل ہوئی' یہ ہے کہ اس کی بدولت ہمیں اللہ تعالیٰ کی معرفت ایک نئے انداز سے حاصل ہوئی۔

مجھے اُمید ہے کہ یہ بات آپ کو عجیب نہیں لگے گی۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت کئی طریقوں سے حاصل ہو سکتی ہے اور ان میں سے ایک طریقہ یہ ہے کہ مومنین جب کفر کے خلاف گھمسان کی جنگ لڑتے ہیں تو اللہ مومنین کے ساتھ ہوتا ہے اور یہ احساس کہ اللہ ان کے ساتھ ہے اور ان کی مدد کرتا ہے، مومنین کی کم تعداد کے لیے بڑے سہارے کا کام دیتا ہے۔ اس سے ان کی صفیں منظم ہو جاتی ہیں، انھیں ڈھارس ملتی ہے اور ان کے عقائد میں مزید پختگی پیدا ہو جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ یہ احساس معرکہ میں مومن کو ایک قوت اور فوقیت کا احساس بخشتا ہے۔

وہ محسوس کرتا ہے کہ وہ تنہا نہیں لڑ رہا ہے بلکہ جب بھی لڑتا ہے، حملہ کرتا یا دفاع کرتا ہے، اللہ اس کے ساتھ ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مومن کے دل کی گہرائیوں میں بسا ہوا ہوتا ہے۔ مومن کا دل دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت سے بھی زیادہ قوی ہوتا ہے خواہ وہ کیسی ہی شان و شوکت کی حامل کیوں نہ ہو اور اس حقیقت کا اظہار وہ روزانہ دسیوں مرتبہ "اللہ اکبر" کے ورد سے کرتا ہے۔

یہی بات مومن کے دل میں اللہ تعالیٰ کی بے پناہ عظمت و قوت اور اس کی بزرگی و جلال کے بارے میں" ایسا راسخ ایمان پیدا کر دیتی ہے جس کی کوئی حد و انتہا نہیں ہے۔ اس ایمان راسخ کے آگے طاغوتوں اور سرکشوں کی طاقت کمزور پڑ جاتی ہے۔

پھر یہی ایمان اور یہی شعار ہے کہ جب وہ نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو اس کے دل میں خدا کی قوت و بزرگی کا شدید احساس پیدا ہو جاتا ہے۔

اور یہی نماز اور یہی "اللہ اکبر" اس کو معرکہ کے وقت قوت و عزت فراہم کرتے ہیں اور ثابت قدمی و استقامت عطا کرتے ہیں۔

استعمار کا حربہ

آج اُمّتِ مسلمہ کی زندگی میں اس بات کی اہمیت کیونکر کم ہو گئی؟ آج میدانِ جنگ میں نمازیں کیونکر ناپید ہو گئیں؟ آج اس اُمّت کی زندگی میں نماز و اذان ایسی چیزیں کیوں بن گئیں کہ ان کی طرف ذرا بھی اعتنا نہیں کی جاتی؟ حالانکہ یہی وہ چیزیں ہیں جو اللہ کے دشمنوں کے دلوں میں ہیبت پیدا کر دیتی ہیں۔ میں ان سوالوں کے جواب میں کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں۔

استعماری طاقتیں اس بات میں تو ناکام ہو گئیں کہ وہ نظریاتی طور پر دین کو سیاست سے جُدا ثابت کر سکیں۔ سب نہ سہی تو کم از کم عام سمجھ بوجھ رکھنے والا مسلمان تو دین کو سیاست سے ہرگز جُدا نہیں سمجھتا اور اس اُمّت کا مومن اور سمجھ دار طبقہ تو یہ ایمان رکھتا ہے کہ سیاست ضروریاتِ دین میں سے ہے اور یہ دین کی بنیادوں میں سے ایک بنیاد ہے۔

لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ استعماری طاقتیں اس بات میں کامیاب ہو گئی ہیں کہ اس امت کے عقیدے کو سیاست سے جُدا ثابت کر دیں۔

اور میری رائے میں 'عقیدے کو سیاست سے جُدا سمجھنا' دین، کو سیاست سے جُدا سمجھنے سے زیادہ خطرناک ہے۔

پس مسلمان' سیاست کو بطور کلی ایمان و اعتقاد سے جُدا سمجھنے لگے اور یہ سمجھنے لگے کہ عقیدہ ایک ایسی چیز ہے جس کا موضوع ہی سیاست سے ربط نہیں رکھتا۔

وہ یہ سمجھنے لگے کہ سیاست کا اللہ تعالیٰ کی مشیت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین، دنیوی سیاست و اقتصاد اور فوج و اسلحہ کی قوتوں کو دیکھ کر وہ یہ سمجھ بیٹھے کہ سیاست میں اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کے ارادے کو کوئی دخل نہیں ہے۔

آج مسلمانوں کی اکثریت کا عقیدہ یہ تو ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے آسمان و زمین، کون و مکان اور پہاڑ و دریا بنائے، اسی کے حکم سے بارش ہوتی ہے، زمین سرسبز ہوتی ہے، درخت پھل دیتے ہیں اور فصلیں پکتی ہیں۔ یہ سب کچھ اللہ ہی ازل سے کرتا آرہا ہے اور ابد تک اسی سے مخصوص رہے گا لیکن ان کے خیال میں سیاست کا محور کوئی اور ہے۔ ان کے نزدیک سیاست کا محور، بقول لے، وہی دو سُپر طاقتیں، ان سے منسلک ان کے دوست، ان کے جاسوس خانے، ان کی فوجی قوتیں اور ان کی اقتصادی چالیں ہیں۔

پس اب صورت حال یہ ہے کہ جب مسلمان اس بات کو تسلیم کرتے

ہیں کہ سیاست سپر طاقتوں ہی کا حق ہے تو تیسری دنیا نظر انداز ہو جاتی ہے اور جب اس بات سے اختلاف کرتے ہیں تو پورے عالمِ انسانیت کو خطرہ لاحق ہو جاتا ہے۔

اور جس کو تیسری دُنیا کہا جاتا ہے، سیاسی طور پر اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ نہ اس کی کوئی قوت ہے اور نہ ہی کوئی ساکھ۔

غرض یہ کہ آج کا مسلمان یہ سمجھتا ہے کہ عالمِ سیاست کا اللہ تعالیٰ کی قدرت و قوّت اور اس کی شان و عظمت سے کوئی تعلق نہیں ہے، اگرچہ اللہ بہت بلند مرتبہ اور قوّت والا ہے لیکن سیاست کی الگ شان ہے، اس کے الگ طور طریقے ہیں اور خدا پر عقیدے کا سیاسی معاملوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ ہم آج جس کے دھوکے میں آئے ہوئے ہیں۔

استعماری سیاست

یہودی طرزِ فکر

سوال یہ ہے کہ ہم اس دھوکے میں کس طرح آئے؟ بات اصل میں یہ ہے کہ ہم نے جو بھی سیاست سیکھی، وہ استعماری مدرسہ ہی سے سیکھی اور جب ہم سیاست سمجھنے لگے تو اس پر بحث بھی کرنے لگے اور سیاسی واقعات کی تفسیر و تحلیل اور ان پر تبصرہ بھی کرنا شروع کر دیا۔ لیکن یہ سب کچھ ہم نے استعماری ذہن سے سوچتے ہوئے کیا۔ لہٰذا جب کبھی ہماری مجالس میں سیاست پر بات ہوئی ہمارے اکثر لوگوں کی ذہنیت ویسی ہی پائی گئی جیسا کہ وہ بنادی گئی ہے۔

یہ اندازِ فکر جس نے ہمارے سیاسی شعور کو لاشعوری طور پر متاثر کیا ہے قدیم اور مشہور یہودی طرزِ فکر ہے۔ اس طرزِ فکر کے مطابق جب اللہ تعالیٰ نے کائنات اور انسان کو خلق کیا تو وہ حکومت و قدرت اور نعمتوں کو اٹھا لینے اور عطا کرنے کے حق سے خود دستبردار ہو گیا اور اس کی جگہ انسان

حاکم، قادر، اور نعمتوں کو عطا کرنے اور چھیننے والا بن گیا۔ یہودیوں کی اس فکر کو قرآن کریم سورۂ مائدہ میں ہمارے لیے یوں نقل کرتا ہے۔

"اور یہودی کہنے لگے کہ خدا کا ہاتھ بندھا ہوا ہے انہی کے ہاتھ باندھ دیے جائیں اور ان کے اس کہنے پر، ان پر لعنت ہو۔" (مائدہ: ۶۴)

یہودیوں کے اس قدیم عقیدے نے انھیں سیاسی سوجھ بوجھ اور سیاسی معاملات پر تجربہ و تحلیل کرنے کی صلاحیت فراہم کرنے میں ٹھوس بنیاد کا کام دیا اور اس کے سیاسی نتائج رفتہ رفتہ بڑھتے رہے۔ آخر کار یہودیو کی یہ سیاسی فکر ہمارے معاشرے میں بھی داخل ہوگئی اور ہم اب اس فکر کو ایک ایسی ٹھوس حقیقت سمجھنے لگے ہیں جس میں کسی قسم کی بحث کی گنجائش ہی نہ ہو۔

اس بات کی دلیل وہ حوادث و واقعات ہیں جو ایران کے اسلامی انقلاب کے دوران دیکھنے میں آئے۔ جب میں نے ان واقعات کے بارے میں مسلمان مفکرین اور لیڈروں کی رائے سمجھنے کی کوشش کی تو مجھے صرف چند ہی لوگ ایسے ملے جن کو ایران کی کامیابی پر یقین تھا۔ اکثریت کا خیال یہی تھا کہ جیت بہرحال امریکہ کی ہوگی، ان سب واقعات کا زیادہ سے زیادہ نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک وزارت ختم ہوگی اور اس کی جگہ کوئی دوسری وزارت کام کرنے لگے گی، یہ انقلاب حکومتِ ایران جیسی شاندار حکومت کا تختہ الٹ ہی نہیں سکتا، امریکہ کسی صورت بھی ایران اور اس کے داخلی نظام سے ہاتھ نہیں دھوئے گا، وہ دکھاوے کے طور پر شاہ کو ڈانٹے گا اور اس

پر سختی کرے گا لیکن اندر ہی اندر اس کے اقتدار کو اور مضبوط کر دے گا کیونکہ
کا سرا حکومت کے ہاتھ میں ہے اور مومنین قربانی کے بکرے ہیں مراجع دین
اور علماء کی سیاسی سوجھ بوجھ کم ہے اور ان کو یقینی طور پر نقصان اٹھانا پڑے
گا، دینی رہبر کا انقلاب، مضبوط شاہنشاہی حکومت کی بنیادوں کو نہیں
ہلا سکتا، یہ تو بس ایک کھیل ہو رہا ہے جس کا نتیجہ بعد میں ظاہر ہوگا، امریکہ
کے لیے ممکن ہی نہیں کہ وہ تیل کے کنوؤں اور ایران میں اپنے مضبوط فوجی اڈوں
کو چھوڑ دے، یہ ممکن ہی نہیں کہ روس ایران میں اپنے مفادات خصوصاً
گیس کے ذخائر سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ یہ اور اسی قسم کے دوسرے خیالات تھے
جس کا اظہار مسلمان لیڈروں کی بڑی اکثریت نے اس انقلاب کے بارے
میں اس وقت کیا تھا۔

اگر سیاست کی بنیاد یَدُ اللّٰہِ مَغْلُوْلَۃٌ (اللہ کا ہاتھ بندھا
ہوا ہے) ہے، تو یہ سب باتیں اپنے ذوق کے مطابق صحیح ہیں لیکن
اگر سیاست کی بنیاد بَلْ یَدٰہُ مَبْسُوْطَتٰنِ (بلکہ اس کے دونوں ہاتھ
کھلے ہوئے ہیں) ہے، تو معاملہ اس کے برعکس ہے اور اس مضبوط بنیاد کے
آگے، تمام دنیاوی سیاسی قواعد وضوابط کھوکھلے نظر آتے ہیں۔

اس وقت میں آپ کو نہ تو کسی بحث میں الجھانا چاہتا ہوں اور نہ ہی میرا
مقصد تنقید کرنا ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ ذہنوں کی یہ کیفیت یہودیوں کی تبلیغات
اور نشریات کا نتیجہ ہے۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ اس کی تلافی ہو جائے
اور ہم سیاست کو اسلام اور قرآن کی نظر سے دیکھنے لگیں۔

اور ہم انشاء اللہ دیکھیں گے کہ قرآن نے اس موضوع پر سیر حاصل باتیں بتائی ہیں
جو ہر لحاظ سے مکمل ہیں اور جن میں کوئی نقص اور بھول نہیں ہے۔

اسلامی سیاست

قرآنی طرزِ فکر

جب بندۂ مومن قرآن کریم کی آیتوں کو ملاحظہ کرتا ہے، ان پر غور و فکر کرتا ہے اور آیتوں کو ایک دوسرے سے ملاتا ہے تو وہ خود حیرت کرتا ہے کہ وہ اس حقیقت سے کیسے غافل رہ گیا جسے قرآنِ کریم اس قدر تاکید سے بیان کر رہا ہے۔

اس وقت میں اُن آیات کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتا جو ہم اپنے عقیدے کے موضوع پر قرآن کریم میں پاتے ہیں۔ مثال کے طور پر وہ آیات جن میں بتایا گیا ہے کہ کائنات کی ہر شے اللہ کی مشیت اور مرضی کے مطابق ہے، حکومت اور قدرت اللہ کے پاس ازل سے تھی اور ابد تک رہے گی۔ اس کے علم سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے، اس کے قبضۂ قدرت سے کوئی سرکش بادشاہ بھی خارج نہیں ہے۔ اس کی قدرت تمام آسمانوں اور زمین میں پھیلی ہوئی ہے اور آسمان و زمین کی نگہداشت اس کے لیے کوئی مشکل نہیں ہے، وہ عالیشان

اور بلند مرتبہ والا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔
اس قسم کی آیات کی تفصیل میں جانے سے بات بہت طول کھینچ جائے گی۔ اختصار کے پیش نظر میں براہ راست ان آیات کی جانب آتا ہوں جن میں اللہ تعالیٰ نے مومنین سے مدد کا وعدہ کیا ہے اور بتایا ہے کہ وہ معرکۂ حق و باطل میں مومنین کو تنہا نہیں چھوڑتا اور وہ آیات کہ جن میں بتایا گیا ہے کہ باطل کی قوت اور اس کی شان و شوکت کسی طرح بھی حق کے خلاف معرکہ میں کوئی اثر نہیں رکھتی۔ اس کی قوت اللہ کی مدد کے آگے کچھ نہیں کر سکتی۔

"اے ایمان لانے والو اگر تم خدا (کے دین) کی مدد کروگے تو وہ بھی تمھاری مدد کرے گا اور تمھیں ثابت قدم رکھے گا۔" (محمد: ۷)

"ہم اپنے پیغمبروں اور ایمان والوں کی، دنیا کی زندگی میں ضرور مدد کریں گے۔" (مومن: ۵۱)

"ان سے (بے خوف و خطر) لڑو۔ خدا تمھارے ہاتھوں ان کو سزا دے گا اور انھیں رسوا کرے گا۔" (توبہ: ۱۴)

"اور جو شخص خدا کی مدد کرے گا، خدا بھی اس کی ضرور مدد کرے گا۔ بے شک خدا زبردست غالب ہے۔" (حج: ۴۰)

"(تم کسی کی مدد کے محتاج نہیں) بلکہ خدا تمھارا سرپرست ہے اور وہ سب مددگاروں سے بہتر ہے۔" (آل عمران: ۱۵۰)

"اور اگر (کافر) سرتابی کریں تو (مسلمانو) سمجھ لو کہ خدا یقیناً تمھارا سرپرست ہے۔ اور وہ کیا اچھا سرپرست ہے اور کیا اچھا مددگار ہے۔" (انفال: ۴۰)

"اور خدا ہی (کے احکام) کو مضبوط پکڑو۔ وہی تمھارا سرپرست ہے تو کیا اچھا سرپرست ہے اور کیا اچھا مددگار ہے۔" (حج: ۷۸)

"اور اس میں تو شک ہی نہیں کہ اللہ کا لشکر ہی غالب ہوتا ہے۔" (مائدہ: ۵۶)

"اور دوستی کے لیے بس خدا کافی ہے اور حمایت کے واسطے (بھی) خدا کافی ہے۔" (نساء: ۴۵)

"اور تمھارا پروردگار ہدایت اور مددگاری کے لیے کافی ہے۔" (فرقان: ۳۱)

"ایسا بہت ہوا ہے کہ خدا کے حکم سے چھوٹی جماعت

بڑی جماعت پر غالب آگئی ہے اور خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے ۔" (بقرہ : ۲۴۹)

"تو مشکل کے ساتھ آسانی بھی ہے اور بے شک مشکل کے ساتھ آسانی ہے ۔" (الم نشرح : ۶)

"اور جن لوگوں نے ہماری راہ میں جہاد کیا انھیں ہم ضرور اپنی راہ کی ہدایت کریں گے اور بے شک اللہ نیکو کاروں کے ساتھ ہے ۔" (عنکبوت : ۶۹)

اللہ تعالیٰ اپنے نبیؐ سے قسم کھا کر کہتا ہے کہ وہ آپؐ کو تنہا نہیں چھوڑے گا۔

"(اے رسولؐ) چڑھتے ہوئے دن کی قسم اور رات کی جب (چیزوں کو) چھپائے کہ تمھارا پروردگار نہ تم کو چھوڑ بیٹھا اور نہ (تم سے) ناراض ہوا ۔" (والضحیٰ : ۱)

پروردگار نے مومنین کی مدد کرنے کو ان کا اپنے اوپر حق قرار دیا ہے:

"اور ہم پر تو مومنین کی مدد کرنا لازم ہی تھا ۔" (روم : ۴۷)

"خدا نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے پیغمبر ضرور غالب رہیں گے ۔" (مجادلہ : ۲۱)

"اور اپنے خاص بندوں پیغمبروں سے ہماری بات پکی ہو چکی ہے کہ ان لوگوں کی (ہماری بارگاہ سے) یقینی مدد کی جائے گی اور ہمارا لشکر تو یقیناً غالب رہے گا (صٰفٰت: ۱۷۳)

غلط دعوے کرنے والوں پر بات کو واضح کرنے کے لیے قرآن کریم کو پیش کیا جاتا ہے۔ اگر ہم ساتھ ساتھ جنگوں کی تاریخ کا بھی مطالعہ کریں تو ہم اس بات کو مزید وسیع نظروں سے دیکھ سکتے ہیں۔ اس مطالعہ میں جب انسان اللہ تعالیٰ کی قوی و بلند مرتبہ ذات کے خلاف اس کے باغی بندوں (جو اس کے مقابلہ میں بہت کمزور ہیں) کی چالوں اور تدبیروں کو دیکھتا ہے تو ہنسے بغیر نہیں رہتا اور اسے خدا اور ان باغیوں کے درمیان مقابلے کے نتیجہ کے بارے میں ایک لحظہ بھی تردد نہیں ہوتا۔ اس سلسلے میں ارشاد ہوتا ہے کہ:

"وہ تدبیر کر رہے تھے اور خدا بھی (ان کے خلاف) تدبیر کر رہا تھا اور خدا تو سب تدبیر کرنے والوں سے بہتر ہے۔" (انفال: ۳۰)

"یہ تو یہ اور خدا تو کافروں کی مکاری کو کمزور کر دینے والا ہے۔" (انفال: ۱۸)

"خدا تو اپنے کام پر (ہر طرح) غالب و قادر ہے

مگر بہت سے لوگ (اس کو) نہیں جانتے۔"
(یوسف : ۲۱)

حق و باطل کے درمیان مقابلے کو خداوند تعالیٰ قرآن کریم میں اس طرح بیان کرتا ہے:۔

"اور جب ہمارا (عذاب کا) حکم آپہنچا تو ہم نے ہود کو اور جو لوگ اس کے ساتھ ایمان لائے تھے ان کو نجات دی۔" (ہود : ۵۸)

"پھر جب ہمارا (عذاب کا) حکم آپہنچا تو ہم نے صالح کو اور جو لوگ اس کے ساتھ ایمان لائے تھے، ان کو نجات دی۔" (ہود : ۶۶)

"اور جب ہمارا (عذاب کا) حکم آپہنچا تو ہم نے شعیب کو اور جو لوگ اس کے ساتھ ایمان لائے تھے، ان کو نجات دی (ہود : ۹۴)

بنی اسرائیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انصار کے بارے میں خداوند تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"تو جو لوگ ایمان لائے ہم نے ان کو ان کے دشمنوں کے مقابلے میں مدد دی تو آخر وہی لوگ غالب رہے۔"
(صف : ۱۴)

نبی کریمؐ اور مومنین کے مشرکین کے خلاف معرکے میں اپنی تائید کا ذکر اس طرح کرتا ہے:

"وہی تو وہ (خدا) ہے جس نے اپنی خاص مدد اور مومنین کے ذریعہ (اے رسولؐ) تمھاری مدد کی" (انفال: ٦٢)

"(مسلمانوں وہ وقت) یاد کرو جب تم سرزمین (مکہ) میں بہت کم اور بالکل بے بس تھے، اس سے سہمے جاتے تھے کہ کہیں لوگ تم کو اُچک نہ لے جائیں تو خدا نے تم کو (مدینہ میں) پناہ دی اور خاص اپنی مدد سے تمھاری تائید کی اور تمھیں پاک و پاکیزہ چیزیں کھانے کو دیں تاکہ تم شکرگزاری کرو" (انفال: ٢٦)

"اگر تم اس (رسولؐ) کی مدد نہ کروگے (تو کچھ پرواہ نہیں خدا مددگار ہے) اس نے اس کی اس وقت مدد کی جب اس کو کفار (مکہ) نے (گھر سے) نکال باہر کیا (اس وقت صرف دو آدمی تھے اور دوسرے (رسولؐ) تھے۔ جب وہ دونوں غارِ (ثور) میں تھے تو وہ اپنے ساتھی کو (اس کی گریہ و زاری پر) سمجھا رہے تھے کہ گھبراؤ نہیں خدا یقیناً ہمارے ساتھ ہے تو خدا نے ان پر اپنی طرف سے تسکین نازل فرمائی اور (فرشتوں کے

ایسے لشکر سے ان کی مدد کی جن کو تم لوگوں نے
دیکھا تک نہیں اور خدا نے کافروں کی بات
نیچی کر دکھائی اور خدا ہی کا بول بالا ہے"
(توبہ : ۴۰)

"یقیناً خدا نے جنگ بدر میں تمھاری مدد کی -
باوجودیکہ تم (دشمن کے مقابلے میں) بالکل بے حقیقت
تھے" (آلِ عمران : ۱۲۳)

"(مسلمانو) خدا نے تمھاری بہت سے مقامات پر
(غیبی) مدد کی اور (خاص کر) جنگ حنین کے
دن" (توبہ : ۲۵)

یہی وہ حقیقت ہے کہ جسے قریب تھا کہ ہم فراموش کر بیٹھتے۔ اگر
اللہ کی رحمت شامل حال نہ ہوتی تو وہ وقت قریب تھا کہ مومنین یہ سمجھ
بیٹھتے کہ وہ کفر کے خلاف جنگ میں تنہا ہیں حالانکہ خدا تو ہر اس وقت میں
ان کے ساتھ ہوتا ہے جب وہ آزمائش کی سخت گھڑیاں گزار رہے ہوتے
ہیں اور اللہ کی راہ میں سختیاں اور مصیبتیں اٹھا رہے ہوتے ہیں۔
کیا ہی اچھا ہو اگر مومن یہ سمجھے کہ اللہ کی راہ میں یہ زحمتیں، زحمت
نہیں بلکہ رحمت ہیں۔ اگر اللہ چاہتا تو ظالم کو روک سکتا تھا، اس کے
ہاتھوں کو شل اور بے کار کر سکتا تھا، اس کی آنکھوں کو اندھا کر سکتا تھا
مگر ان زحمتوں کو برداشت کرنے ہی میں کوئی مصلحت پوشیدہ ہے جبھی تو
اس نے یہ سب کچھ نہیں کیا۔ وہ ہاتھ کہ جو مومنین کے دلوں کو آزمائش میں

بڑاتا ہے ارحم الراحمین کا ہاتھ ہے۔ مومن جو بھی دکھ درد اٹھاتا ہے اللہ کے لیے اٹھاتا ہے۔ اگر زندان کی صعوبتیں برداشت کرتا ہے تو وہ بھی اللہ کی خاطر اور اگر جلاد کے کوڑے کھاتا ہے تو وہ بھی اللہ ہی کے لیے اور اسی میں اس کے لیے کوئی نہ کوئی بہتری پوشیدہ ہوتی ہے۔

"اگر (لڑائی میں) تم کو تکلیف پہنچتی ہے تو جیسی تم کو تکلیف پہنچتی ہے ان کو بھی ویسی ہی اذیت ہوتی ہے اور (تم کو یہ بھی تقویت ہے کہ) تم خدا سے وہ امیدیں رکھتے ہو جو ان کو نصیب نہیں۔" (نساء: ۱۰۴)

کیا ہی اچھا ہو اگر مومنین یہ سمجھیں کہ اللہ نے ان کی کامیابی کے لیے کانٹوں بھرا راستہ چنا ہے۔ یہ اس سے بہتر ہے کہ انھیں بغیر لڑائی کے مال غنیمت مل جائے یا سستی کامیابی مل جائے۔

"اور تم یہ چاہتے تھے کہ کمزور جماعت تمہارے ہاتھ لگے (تاکہ بغیر لڑے بھڑے ہی) مالِ غنیمت ہاتھ آجائے اور خدا یہ چاہتا تھا کہ اپنی باتوں سے حق کو ثابت (قائم) کرے اور کافروں کی جڑ کاٹ ڈالے تاکہ حق کو ثابت کردے اور باطل کا ملیامیٹ کردے اگرچہ گنہگار (کفار) اس سے ناخوش ہی کیوں نہ ہوں۔ (انفال: ۷-۸)

کاش کہ مومنین یہ سمجھ لیں کہ اگر وہ صبر کریں گے تو اللہ کی مدد ان سے دور نہیں ہے:

"آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ کی مدد قریب ہے"
(بقرہ : ۲۱۴)

کامیابی کا راز

اب سوال یہ ہے کہ آخر کس طرح سے اللہ ایک چھوٹے اور حقیر قلیل تعداد کے حامل ٹولے کو، بڑے اور قوی، کثیر تعداد کے حامل اور ساز و سامان سے لیس ٹولے پر فتح عنایت کرتا ہے؟ سیاسی قوانین اور جنگی و اقتصادی تجزیے کے مطابق تو یہ بات کسی کے تصور میں آ ہی نہیں سکتی۔

اس سلسلے میں قرآن کریم کا جواب واضح ہے۔ اس میں آج کے سیاسی اندازوں کو کوئی دخل نہیں ہے۔ ہم نے یہ جو آج کی سیاست سیکھی ہے اور اپنے ذہن کو اس کا عادی بنا لیا ہے وہ یہ خود ہماری اپنی کمزوری ہے۔ اس کا واضح جواب ہم کو عقیدۂ توحید ہی میں مل جاتا ہے۔

آسمانوں اور زمین میں اللہ تعالیٰ کا ایک لشکر موجود ہے جو وہی کرتا ہے جس کا اللہ حکم دے اور جس بات سے اللہ روکے، وہ رک جاتا ہے۔ آسمان اور زمین میں اللہ کی ایسی مخلوق کوئی کم نہیں ہے۔

"اور سارے آسمانوں اور زمین کے لشکر خدا ہی کے
ہیں اور خدا بڑا واقف کار حکیم ہے۔" (فتح : ۴)

"اور سارے آسمان و زمین کے لشکر خدا ہی کے
ہیں اور خدا تو بڑا غالب اور بڑا واقف کار
ہے۔" (فتح : ۷)

"اور تمہارے پروردگار کے لشکروں کو اس کے
سوا اور کوئی نہیں جانتا۔" (مدثر : ۳۱)

دریا اللہ کا لشکر ہے۔ وہ اللہ کے حکم سے طغیانی پر آتا ہے اور اسی کے حکم سے پرسکون ہوجاتا ہے جب اللہ کا حکم ہوتا ہے تو وہ ظالموں میں سے کسی کو بھی نہیں چھوڑتا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں فرعون اور اس کے لشکر کا قصہ یوں سناتا ہے:-

"اور فرعون اور اس کے لشکر نے روئے زمین
میں ناحق سر اٹھایا تھا اور ان لوگوں نے سمجھ لیا تھا
کہ وہ ہماری بارگاہ میں کبھی پلٹ کر نہیں آئیں گے۔
پس ہم نے ان کو اور اس کے لشکر کو لے ڈالا،
پھر ان سب کو دریا میں ڈال دیا تو ذرا دیکھو کہ ظالموں
کا کیسا برا انجام ہوا۔" (قصص : ۴۰)

"غرض فرعون نے اپنے لشکر سمیت ان کا پیچھا کیا۔ پھر دریا (کے پانی کا ریلا) جیسا کچھ ان پر چھا گیا، وہ چھا گیا۔" (طٰہٰ : ۷۸)

اس الٰہی قانون کے تفصیلی مطالعے کے لیے ہم ایک مرتبہ پھر قرآن کریم کو دیکھتے ہیں۔ کامیابی کا انحصار چار عناصر پر ہوتا ہے :

(۱) ——— قوت

(۲) ——— مال

(۳) ——— تربیت

(۴) ——— ثابت قدمی

مومنین کے جس گروہ کو اللہ تعالیٰ یہ چار عناصر عطا کر دے، اس کے اور کامیابی کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہوتی۔

آئیے کتاب اللہ میں ان چار عناصر کی جستجو کریں۔

۱۔ قوت

قوت ہی وہ چیز ہے، جو سب سے پہلے لوگوں کی نظروں میں آتی ہے لوگوں کے ذہن اور طور طریقے ہی کچھ ایسے ہیں، ورنہ اگر اس بات پر یقین اور ایمان کامل ہو کہ اللہ تعالیٰ مومنین کے ساتھ ہے تو پھر وہ طاقت کے اعتبار سے کم ہی کیوں نہ ہو، اللہ کی مدد کی قوت کے آگے اور کسی قوت کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

آسمان کی بارشیں اور زمین کے چشمے بھی اللہ کے لشکر ہیں۔ خدا حکم دیتا

ہے تو بارش ہوتی ہے اور چشمے پھوٹتے ہیں جس کی وجہ سے زمین پر سیلاب آجاتا ہے اور اس سیلاب میں زمین پر بسنے والے ظالم ڈوب جاتے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

"ان سے پہلے نوحؑ کی قوم نے بھی جھٹلایا تھا۔ پس انھوں نے ہمارے بندے (نوحؑ) کو جھٹلایا اور کہنے لگے یہ تو دیوانہ ہے اور ان کو جھڑکیاں بھی دی گئیں تو انھوں نے اپنے پروردگار سے دعا کی کہ (بار الہا) میں (ان کے مقابلہ میں) کمزور ہوں تو اب تُو ہی (ان سے) بدلہ لے تو ہم نے موسلا دھار پانی سے آسمان کے دروازے کھول دیے اور زمین سے چشمے جاری کر دیے تو ایک کام کے لیے جو مقدر ہو چکا تھا (دونوں) پانی مل (کر ایک ہو) گئے ..... اور ہم نے اس کو عبرت بنا کر چھوڑا تو کوئی ہے جو عبرت حاصل کرے۔"

(قمر: ۹-۱۰-۱۱-۱۲-۱۵)

ہوا بھی اللہ کے لشکر میں شامل ہے۔ اگر اللہ اسے حکم دے دے تو وہ کچھ بھی باقی نہیں رکھتی اور کسی کو بھی نہیں چھوڑتی۔

"عاد (کی قوم) نے (اپنے پیغمبر کو) جھٹلایا تو (ان کو) ہمارا عذاب اور ڈرانا کیسا تھا۔ ہم نے ان پر بہت سخت منحوس دن میں بڑے زناٹے کی

آندھی چلائی جو لوگوں کو (اپنی جگہ سے) اس طرح اکھاڑ پھینکتی تھی کہ گویا وہ اکھڑے ہوئے کھجور کے تنے ہیں تو (ان کو) ہمارا عذاب اور ڈرانا کیسا تھا؟" (قمر: ۱۹-۲۰-۲۱)

چنگھاڑ بھی اللہ کے لشکر میں شامل ہے۔ یہ وہ عذاب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قومِ ثمود پر نازل کیا تھا اور انھیں سوکھے ہوئے بھوسے کی مانند بنا دیا تھا:

"ہم نے ان پر ایک سخت چنگھاڑ (کا عذاب) بھیج دیا تو وہ باڑے والے کے سوکھے ہوئے چُور چُور بھوسے کی طرح ہو گئے۔" (قمر: ۳۱)

اسی چنگھاڑ کو اللہ تعالیٰ نے قومِ شعیبؑ پر، شعیبؑ اور ان پر ایمان لانے والوں کو بچانے کے بعد بھیجا تھا:

"اور جن لوگوں نے ظلم کیا تھا ان کو ایک چنگھاڑ نے لے ڈالا پھر وہ سب کے سب اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے (اور وہ ایسے مر مٹے کہ) گویا ان بستیوں میں کبھی بسے ہی نہ تھے۔ سُن رکھو کہ جس طرح ثمود (خدا کی بارگاہ سے) دھتکارے گئے تھے، اسی طرح مدین بھی دھتکارے گئے۔" (ھود: ۹۴-۹۵)

آسمان سے برستے ہوئے پتھر بھی اللہ کے لشکر کے سپاہی ہیں۔ جب اللہ حکم دے دے تو وہ برسنے لگتے ہیں۔ انہی پتھروں سے قومِ لوط ہلاک ہوئی۔

"پھر جب ہمارا (عذاب کا) حکم آپہنچا تو ہم نے (بستی کی زمین کے طبقے) اُلٹ کر اس کے اوپر کے حصّہ کو اس کے نیچے کا بنا دیا اور اس پر ہم نے کھرنجے دار پتھر تابڑ توڑ برسائے جن پر تمہارے پروردگار کی طرف سے نشان بنائے ہوئے تھے اور وہ بستی (ان) ظالموں (کفارِ مکّہ سے) کچھ دُور نہیں۔"

(ہود: ۸۲-۸۳)

اللہ تعالیٰ کے لشکر میں پرندے بھی شامل ہیں۔ وہ جب چاہتا ہے انھیں ظالموں کی طرف بھیج دیتا ہے:

"(اے رسولؐ) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمھارے پروردگار نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا۔ کیا اس نے ان کی تمام تدبیریں غلط نہیں کر دیں اور ان پر جھنڈ کی جھنڈ چڑیاں بھیجیں جو ان پر کھرنجوں کی کنکریاں پھینکتی تھیں۔ پس انھیں چبائے ہوئے بھس کی طرح (تباہ) کر دیا۔" (سورۂ فیل)

جوئیں، مینڈک، ٹڈیاں اور طوفان بھی اللہ تعالیٰ کے لشکر میں شامل ہیں۔ اللہ جب چاہتا ہے انھیں ظالموں کی پسپائی

کے لیے بھیج دیتا ہے:

"تب ہم نے ان پر (پانی کے) طوفان اور ٹڈیوں اور جوؤں اور مینڈکوں (کا عذاب) بھیجا۔"
(اعراف: ۳۳)

کڑک دار بجلی بھی اللہ کے لشکر میں ہے۔ وہ اسے جب چاہتا ہے بھیج دیتا ہے۔ اللہ نے اسے قومِ ثمود پر نازل کیا تھا:

"تو انھوں نے اپنے پروردگار کے حکم سے سرکشی کی تو انھیں زور دار بجلی کی کڑک نے لے ڈالا اور وہ دیکھتے ہی رہ گئے۔" (ذاریات: ۴۴)

اللہ تعالیٰ کے لشکر میں فرشتے بھی شامل ہیں جنھیں ہم نہیں دیکھتے۔ یہ فرشتے معرکہ میں مومنوں کی قلیل تعداد کے ساتھ شامل ہو جاتے ہیں اور اللہ کے حکم سے ان کی حفاظت کرتے ہیں۔ جیسا کہ جنگ بدر میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا تھا کہ وہ مسلمانوں کی جانب سے جنگ لڑیں۔

"(اے رسولؐ یہ وہ وقت تھا) جب تمھارا پروردگار فرشتوں سے فرما رہا تھا کہ میں یقیناً تمھارے ساتھ ہوں۔ تم ایمانداروں کو ثابت قدم رکھو۔ میں بہت جلد کافروں کے دلوں میں تمھارا رعب ڈال دوں گا۔ (پس پھر کیا ہے اب) تو ان کفار کی گردنوں

پر مارو اور ان کی انگلیوں کی تمام پوروں پر ضربیں لگاؤ۔"
(انفال : ۱۲)

میدانِ جنگ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ مدد کتنی عجیب و غریب ہے! وہ فرشتوں کو مومنین کی صفوں میں شامل کر دیتا ہے اور پھر ڈھارس بندھاتا ہے کہ وہ ان کے ساتھ ہے۔ پھر اس کی یہ مدد میدان جنگ میں ایمان کو ایک عجیب تقویت بخشتی ہے۔ فرشتوں کا مومنین کے ساتھ ہونا اور اللہ کا فرشتوں کے ساتھ ہونا، کیسا تقویت پہنچاتا ہے۔

اس معرکہ کے دو فریق آپس میں کیسے برابر ہو سکتے ہیں۔ ایک طرف اللہ ہے، فرشتے ہیں، زمین و آسمان پر محیط اللہ کا لشکر ہے جو مومنوں کی قلیل تعداد کے ساتھ ہے اور دوسری طرف کافروں کے بڑے گروہ کے ساتھ سوائے ان کی کثیر تعداد اور مال و اسلحہ کے اور کچھ بھی نہیں۔ سیاسی اندازے لگاتے وقت، لوگوں کے پیش نظر صرف یہی قوت ہوتی ہے۔

کیا کوئی اس الٰہی قوت سے بڑی کسی قوت کو ذہن میں لا سکتا ہے؟ کیا کوئی لشکر اللہ کے لشکر سے زیادہ طاقتور ہو سکتا ہے؟ کیا کوئی اقتدار اللہ کے اقتدار سے زیادہ مستحکم ہو سکتا ہے؟

ان تمام باتوں کے باوجود، ہم اکثر اپنے سیاسی اندازوں میں اس عظیم قوت کو شمار میں ہی نہیں لاتے۔ بس مادی نظریہ ہی سے فکر و تجزیہ کرتے ہیں اور اسی ذہنیت کے ساتھ مستقبل کے بارے میں پیشگوئیاں کرتے رہتے ہیں۔

۲۔ مال

اگر بڑا گروہ سونے اور چاندی کی دولت سے مالا مال ہے تو چھوٹا گروہ

اللہ تعالیٰ کی تائید سے مالدار ہے:

"حالانکہ سارے آسمان و زمین کے خزانے اللہ ہی کے قبضے میں ہیں مگر منافقین نہیں سمجھتے۔"

(منافقون: ۷)

منافقین یہ سمجھتے تھے کہ اگر انھوں نے اسلام کی دعوت دینے والوں کا اقتصادی بائیکاٹ کیا تو ان کی یہ تبلیغ ان کے اندر محدود ہو کر رہ جائے گی اور ان پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ یہ ان کی ناسمجھی اور ایک کھوکھلا مادی تصور تھا:

"یہی وہ لوگ ہیں جو (انصار سے) کہتے ہیں کہ جو (مہاجرین) رسولِ خدا کے پاس رہتے ہیں، ان پر خرچ نہ کرو یہاں تک کہ یہ لوگ خود تتر بتر ہو جائیں۔" (منافقون: ۷)

۳۔ تربیت

قوت اور مال کے علاوہ کامیابی کے لیے جو چیز ضروری ہے وہ تربیت، تعلیم اور ہدایت ہے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ کیا کرنا ہے اور کس طرح کرنا ہے۔ کس طرح سے لوگوں کو اللہ کی طرف راغب کرنا ہے۔ کب چھپے رہنا ہے اور کب ظاہر ہونا ہے۔ کب دھیمے لہجے میں اور کب چیخ چیخ کر بات کہنا ہے۔ کب کسی سے اجتناب اور کب کسی سے ملاقات کرنا ہے۔ کب ظالموں سے سختی اور درشتی سے پیش آنا ہے اور کب ان سے نرمی سے بات کرنا ہے۔ کب ظلم کو برداشت کرنا اور صبر کرنا ہے اور کب ظالم کے

مقابل اُٹھ کھڑے ہونا اور مقابلہ کرنا ہے۔ لوگوں سے کس طرح سے پیش آنا ہے۔ کس طرح اللہ سے بھاگنے والوں کو اس کی طرف مائل کرنا ہے۔ حکمت کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کے ذریعہ کس طرح تبلیغ کرنا ہے۔ اپنی مرضی کے خلاف باتوں پر کیا کرنا ہے۔ ظلم و طغیان کے اندھیارے میں رہتے ہوئے بھی کس طرح سے خود کو اس سے الگ تھلگ رکھنا ہے۔ کب گھر میں رہنا اور کب سڑکوں پر نکل آنا ہے۔ کب اعلانِ جنگ کرنا ہے اور کب سڑکوں پر احتجاج کرنا ہے۔ کس طرح لوگوں کو منظم کرنا ہے اور کس طرح سے ان کو مقابلہ کے لیے آمادہ کرنا ہے۔ کس طرح لوگوں کے ووٹ اس کے حقدار کے لیے حاصل کرنا ہیں۔ کب اپنے آپ کو مظلوم و ستم رسیدہ اور کب قوی و توانا ظاہر کرنا ہے۔ کس طرح سے جنگ کرنا ہے۔ کس طرح سے جنگ کے لیے ساز و سامان مہیا کرنا ہے۔ کس طرح سے جنگ کی پلاننگ کرنا ہے۔ کس طرح سے دشمنوں کے دلوں میں رعب پیدا کرنا ہے۔ ان کے خلاف کیا کیا چالیں چلنا ہیں۔ کس طرح انھیں جڑ سے اکھاڑ پھینکنا ہے وغیرہ وغیرہ۔ غرضیکہ ان سب باتوں کی بھیں تربیت حاصل ہونی چاہیے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ خود ایک مستقل علم ہے۔ خدا کی راہ میں تبلیغ کرنے کا علم۔ یہ ایک نور ہے جو اللہ تعالیٰ تبلیغ کرنے والوں کے دلوں کو عنایت کرتا ہے۔ لوگ اس نور کی روشنی میں چلتے ہیں اور اسی میں اپنی زندگی گزارتے ہیں۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اللہ کی طرف دعوت دینے والوں کو یہ علم سیکھنا چاہیے اور ساتھ ہی اپنے پیش رو لوگوں کے تجربوں سے بھی فائدہ اٹھانا چاہیے کیونکہ ماضی میں وہ بعض اہداف تک پہنچنے میں تو کامیاب ہو گئے، مگر بعض میں انھیں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا اور دشمنوں

نے خدا اور اس کے رسولؐ سے دشمنی کرتے ہوئے اس موقع سے فائدہ اٹھایا۔ اسں قسم کے افراد اور ایسے سبق ہمیں بہت ملیں گے۔

مومنین کو اپنی کم تعداد کے باوجود اس جانب اہتمام کے ساتھ توجہ دینی چاہیے اور ساتھ ہی قوت اور مال کی فراہمی کے لیے بھی کوشش کرنا چاہیے اور اس سلسلے میں محض حسنِ اتفاق پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ مومنین کی قلیل تعداد کو ہدایت و تربیت کے میدان میں بھی تنہا نہیں چھوڑتا اور اس سلسلے میں بھی وہ ان کی بالکل اسی طرح راہنمائی کرتا ہے جس طرح میدانِ جنگ میں مدد کرتا ہے۔ قرآن کریم نے اس بات کو صراحت کے ساتھ پیش کیا ہے:

"اور تمھارا پروردگار ہدایت اور مدد کے لیے کافی ہے۔"

(فرقان: ۳۱)

"اور جن لوگوں نے ہماری راہ میں جہاد کیا انھیں ہم ضرور اپنی راہ کی ہدایت کریں گے اور اس میں شک نہیں کہ خدا نیکو کاروں کا ساتھی ہے۔"

(عنکبوت: ۶۹)

اب ظاہر ہے کہ جب اللہ کی طرف دعوت دینے والوں کو اللہ ہی کی طرف سے مدد اور ہدایت ملے گی تو انھیں کسی اور طرف جانے کی کیا ضرورت ہے؟ اللہ نے تو ہدایت کی ضمانت دی ہے لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔ اسی طرح مدد کی بھی ضمانت دی ہے وَإِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ۔

اللہ کی طرف دعوت دینے والوں کو اللہ ایسا نور عطا کرتا ہے جس

کی روشنی میں وہ یہ جان لیتے ہیں کہ مختلف قسم کے لوگوں سے کس طرح پیش آنا چاہیے۔ دشمنوں کے ساتھ کس طرح، دوستوں کے ساتھ کیسے اور غیر جانبدار لوگوں کے ساتھ کس طریقہ سے بات کرنا چاہیے۔ جبکہ کافروں کے دلوں سے اللہ یہ نور سلب کرلیتا ہے کہ دلوں، احساسات اور ذہنوں کے ساتھ کیا کرنا چاہیے۔

"کیا جو شخص پہلے مُردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کیا اور اس کے لیے ایک نور بنایا جس کے ذریعہ وہ لوگوں میں (بے تکلف) چلتا پھرتا ہے، اس شخص کے جیسا ہو سکتا ہے جس کی حالت یہ ہے کہ (ہر طرف سے) اندھیروں میں پھنسا ہوا ہے کہ جہاں سے کسی طرح نہیں نکل سکتا (جس طرح مومن کے واسطے ایمان آراستہ کیا گیا ہے) اسی طرح کافروں کے واسطے ان کے (بُرے) اعمال آراستہ کر دیے گئے ہیں۔" (انعام: ۱۲۲)

۴۔ ثابت قدمی

کامیابی کا چوتھا عنصر ثابت قدمی، فتح پر یقین اور بلند حوصلہ ہونا ہے۔ اللہ کی طرف دعوت دینے والے داعی میں ان خصوصیات کا ہونا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ صرف مومنین ہی کو بھروسہ، اطمینان، سکون، مستقل مزاجی اور ثابت قدمی عطا کرتا ہے۔

"وہ وہی (خدا) تو ہے جس نے مومنین کے دلوں میں

تسلی نازل فرمائی تاکہ وہ اپنے ایمان میں اضافہ کریں۔" (فتح : ۴)

"جو کچھ ان کے دلوں میں تھا، خدا نے اسے دیکھ لیا۔ پھر ان پر تسلی نازل فرمائی اور انھیں اس کے عوض میں بہت جلد فتح عنایت کی۔" (فتح : ۱۸)

"تب خدا نے اپنے رسولؐ پر اور مومنین پر اپنی (طرف سے) تسکین نازل فرمائی۔" (توبہ: ۲۶)

اور یہی تسکین انسان کے نفس کو آزمائش کے کڑے سے کڑے موقع پر اضطراب اور بے چینی سے بچا لیتی ہے۔

اللہ تعالیٰ مومنین کو جو اس کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے ہیں، ہر میدان میں ثابت قدم رکھتا ہے۔ میدان کارزار میں بھی، ایمان میں بھی، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی:

"جو لوگ پکی بات (کلمۂ توحید) پر (صدقِ دل سے) ایمان لاچکے، ان کو خدا دنیا کی زندگی میں (بھی) ثابت قدم رکھتا ہے اور آخرت میں بھی ثابت قدم رکھے گا۔" (ابراہیم : ۲۷)

"اے ایماندارو اگر تم خدا (کے دین) کی مدد کروگے تو وہ بھی تمھاری مدد کرے گا۔ اور تمھیں

ثابت قدم رکھے گا۔" (محمدؐ : ۷)

یہی نہیں خدا مومنین کے قلوب کو حوصلہ اور قوت بھی عطا کرتا ہے عام طور پر جب آزمائش طویل اور سخت ہو تو دل کمزور پڑ جاتے ہیں اور اکثر لوگوں کی قوت اور استقامت جواب دے جاتی ہے۔ صرف مومنین ہی وہ ہیں جن کے دلوں کو اللہ ایسے موقعے پر بھی قوی اور حوصلہ مند رکھتا ہے:

"تاکہ (اللہ) تمہارے دلوں کو مضبوط کر دے اور تمہیں ثابت قدم بنا دے۔" (انفال : ۱۱)

مومنین کے دل آزمائش کی گھڑیوں میں، جنگ کے میدان میں بھی، جیل کی کوٹھریوں میں بھی، اور جلادوں کے کوڑوں کے مقابل بھی مضبوط و مطمئن اور اللہ سے لو لگائے ہوئے ہوتے ہیں اور وہ اپنی بات پر ڈٹے رہتے ہیں گویا کہ یہ قلوب فولاد سے بنائے گئے ہوں۔

یہ بات تو واضح ہے کہ ایسے دلوں کے مالک، کامیابی سے کبھی بھی ناامید نہیں ہوتے، خواہ ان کی آزمائش کتنی ہی طویل کیوں نہ ہو۔

ایسے دلوں کے مقابلے میں منافقوں، کافروں اور ظالموں کے دل ہیں جو اپنی شان و شوکت اور خدا و رسولؐ کے سامنے غرور و تکبر کے باوجود اندر سے کمزور، پریشان اور مرعوب ہوتے ہیں۔ بے چینی ان کے ساتھ لگی رہتی ہے اور خوف و اضطراب ان سے جدا نہیں ہوتا۔

"ہم عنقریب تمہارا رعب کافروں کے دلوں میں

جما دیں گے اس لیے کہ انھوں نے خدا کا شریک بنایا۔" (آلِ عمران: ۱۵۱)

"اور وہ لوگ یہ سمجھے ہوئے تھے کہ ان کے قلعے ان کو خدا (کے عذاب) سے بچالیں گے مگر جہاں سے ان کو خیال بھی نہ تھا، خدا نے ان کو آ لیا اور ان کے دلوں میں (مسلمانوں کا) رعب ڈال دیا کہ وہ لوگ خود اپنے ہاتھوں سے اور مومنین کے ہاتھوں سے اپنے گھروں کو اجاڑنے لگے تو اے آنکھ والو عبرت حاصل کرو۔" (حشر: ۲)

ان یہودیوں نے اپنے طور پر پوری حفاظت کا انتظام کیا تھا اور قلعے بنا رکھے تھے لیکن اللہ نے ان پر ایسی جگہ سے حملہ کیا کہ جہاں سے ان کو گمان بھی نہ تھا۔ یعنی دلوں کے راستے۔ ان کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیا جس کے باعث انھیں خلافِ توقع شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

قرآن کریم شکست خوردہ یہودیوں کی حالت کا کچھ اس طرح تذکرہ فرماتا ہے:

"لڑائی میں بس ایک ذرا سا آگر تم سے اپنی جان بچرائی (اور چل دیے) اور جب (ان پر) خوف (کا موقع) آ پڑا تو تم دیکھتے ہو کہ (ناامیدی سے) تمھاری طرف دیکھتے ہیں اور ان کی آنکھیں

اس طرح گھومتی ہیں جیسے کسی شخص پر موت کی بے ہوشی چھا جائے۔" (احزاب : ۱۹)

تو وہ تھا مومنین کے لشکر کا حال اور یہ ہے اللہ اور اس کے رسولؐ کے دشمنوں کی حالت ۔

اللہ کی سنت

کسی کے ذہن میں یہ خیال نہیں آنا چاہیے کہ آج کے دور میں حالات مختلف ہیں، موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے درمیان، نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کے درمیان، ابراہیم علیہ السلام اور ان کی قوم کے درمیان، رسول اللہ ؐ اور قریش و یہودیوں کے درمیان بات کچھ اور تھی۔ گزشتہ زمانوں میں حق و باطل کی جو جنگیں ہوئیں، ان میں مومنین سے اللہ نے کامیابی کا وعدہ کیا تھا اور اس وقت جنگ اور امن دونوں کے امکان برابر تھے لیکن آج کے ظالم۔

آج کے ظالم جدید ترین اسلحہ سے لیس ہیں۔ انھوں نے مومنین کے ہاتھوں سے سب کچھ چھین لیا ہے۔ اپنے اقتدار اور اپنی قوت کو لوگوں کی زندگیوں میں جال کی طرح پھیلایا ہوا ہے اور ان کی قوت اور صلاحیت کو سلب کر رکھا ہے۔ اب ایسی حالت میں کسی کے کچھ کرنے کی کوئی مجال

ہی نہیں ہے اور اگر کوئی کچھ کرے بھی تو کامیابی کی تو کوئی اُمید ہی باقی نہیں ہے۔

ایسی زبردست قوّت کو آخر مومنین کس طرح ختم کر سکتے ہیں۔ آخر کس طرح جاسوسی کے ایسے زبردست انتظامات سے مومنین بچ سکتے ہیں۔ ان سے تو ان کا دم گھٹنے لگتا ہے اور ان کی سانسیں رکنے لگتی ہیں۔

فرعون کی زیادہ سے زیادہ قوت یہی تھی کہ اس نے جادوگروں کو بلایا تھا تاکہ وہ مل کر موسیٰؑ کا جادو کے ذریعہ مقابلہ کریں۔ اس نے ہامان سے بس یہی تو کہا تھا کہ وہ ایک ایسا مینار بنائے جس پر چڑھ کر وہ موسیٰؑ کے خدا کو دیکھ سکے۔ نمرود کی زیادہ سے زیادہ قوت یہی تھی کہ وہ آگ بھڑکائے تاکہ اس میں ابراہیمؑ کو جلا سکے۔ ابوجہل کی زیادہ سے زیادہ طاقت یہی تھی کہ اس کے گرد چند اوباش غنڈے جمع رہتے تھے جو اس کے کہنے پر چلا کرتے تھے۔

لیکن آج کی ظالم طاقتوں نے تو لوگوں کی سانسیں اکھیڑ دی ہیں۔ ان کے پاس ایسا جدید اسلحہ ہے جو کچھ بھی اور کسی کو بھی نہیں چھوڑتا۔ ان کے پاس ایسا فوجی انتظام، جاسوسی کے ایسے اڈّے اور ایسی ایسی ترکیبیں ہیں کہ پچھلے زمانے میں کسی کے وہم و گمان میں بھی جن کا آنا مشکل تھا۔

اس بات پر مجھے سخت حیرت اور افسوس ہوتا ہے کہ یہ ثانوی حیثیت رکھنے والا شبہ لوگوں کے دلوں کی گہرائیوں میں جگہ پا چکا ہے۔ اس شبہ کے جواب میں بس دو دلیلیں پیش کروں گا۔ ایک موجودہ دور سے اور ایک قرآنِ کریم سے۔

موجودہ دَور کی دلیل: ایران کی مرعوب کر دینے والی ظالم سلطنت ہے کہ جس کی قوت کا سارے عالم میں ڈنکا بجا کرتا تھا۔ ایسی زبردست قوت

بھی مومنین کے ہاتھوں ختم ہوگئی اور بڑی طاقتوں کے تمام جاسوسی، فوجی، اقتصادی اور استعماری قلعے جو اس سلطنت کو بچائے ہوئے تھے ایک سال سے بھی کم کے عرصے میں مسمار ہوگئے۔

قرآن کریم کی دلیل کہ جو بنیاد اور اساس ہے یہ ہے:

"اور (اے رسولؐ) یہ لوگ تو تمہیں سرزمین (مکہ) سے دل برداشتہ کرنے ہی لگے تھے تاکہ تم کو وہاں سے (شام کی طرف) نکال باہر کریں اور ایسا ہوتا تو تمہارے پیچھے یہ لوگ چند روز کے سوا ٹھہرنے بھی نہ پاتے۔ تم سے پہلے جتنے رسول ہم نے بھیجے ہیں، ان کا برابر یہ دستور رہا ہے اور جو دستور ہمارے (بنائے ہوئے) ہیں، ان میں تم کوئی تغیر و تبدل نہ پاؤ گے۔" (بنی اسرائیل: ۷۶-۷۷)

"اور تم ہرگز اللہ کے طریقے میں کوئی تغیر و تبدل نہیں پاؤ گے۔" (فاطر: ۳۵)

پس اللہ کی یہ سنت کبھی بھی تبدیل نہیں ہوسکتی کہ وہ اپنے مومن بندوں کی مدد کرتا ہے اور ظالم طاقتوں کو ان کے ذریعے رسوا کرتا اور انھیں شکست دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ طریقہ کبھی تبدیل نہیں ہوگا اور اس میں کوئی ترمیم نہیں ہوگی۔ زمانے کا گزرجانا اس پر اثرانداز نہیں ہوتا۔ یہ اللہ کی سنت ہے جو ہمیشہ ثابت اور قائم رہتی ہے۔ یہ کسی خاص زمانے سے بھی

مخصوص نہیں ہے۔ نہ ہی یہ محض کوئی اتفاق ہے کہ ایک دو دفعہ ایسا ہو اور پھر اس کے بعد سلسلہ ختم ہو جائے۔

یہ اللہ کا طریقہ ہے۔ جس طرح مختلف موسموں کا آنا، سورج کا طلوع غروب ہونا، زمین پر بارش کا نازل ہونا، لوگوں کی زبانوں کا مختلف ہونا۔ اللہ کی سنت ہے، اسی طرح یہ بھی اللہ کی سنت اور اس کا طریقہ ہے۔ اللہ کے طریقے کبھی تبدیل نہیں ہوتے۔ یہ اس عظیم کائنات کے حقائق میں سے ایک ٹھوس حقیقت ہے۔

ایمان کی اساس

مومنین کی تعداد کم ہی کیوں نہ ہو ان کی مدد کرنا اللہ کا طریقہ ہے اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس میں شک کرنا، قرآن کریم اور توحید میں شک کرنے کے برابر ہے۔

میں نے فیصلہ یہ کیا ہے کہ جو بھی بات کروں گا قرآن کریم ہی سے کروں گا جس پر سب مسلمان متفق ہیں اور احادیث بیان نہیں کروں گا کیونکہ قرآن کریم ایک ایسی دلیل ہے جس میں صرف وہی شک کر سکتا ہے جس کا ایمان مشکوک ہو۔ ہم نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے تاکید کے ساتھ قرآنِ کریم میں مومنین کی قلیل تعداد کی بھی مدد کرنے کا وعدہ کیا ہے اور اللہ اپنے وعدے سے کبھی نہیں پھرتا۔ اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچا اور کون ہو سکتا ہے۔

"(اے ایمان والو) تم میں سے جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور اچھے اچھے کام کیے ان سے خدا نے وعدہ کیا

ہے کہ وہ ان کو (ایک نہ ایک دن) روئے زمین
پہ ضرور (اپنا) نائب مقرر کرے گا جس طرح
کہ ان لوگوں کو نائب بنایا جو ان سے پہلے گزر
چکے ہیں۔ اور جس دین کو اس نے ان کے لیے
پسند فرمایا ہے اس پہ انھیں ضرور ضرور پوری قدرت
دے گا اور ان کے خائف ہونے کے بعد ان کے
ہراس کو امن سے ضرور بدل دے گا۔ وہ (اطمینان
سے) میری عبادت کریں گے اور کسی کو میرا شریک
نہ بنائیں گے۔" (نور: ۵۵)

یہ اللہ کا ایسا وعدہ ہے جو برقرار رہنے والا ہے اور قرآن
میں موجود ہے:

"یہ (ان سے) خدا کا پکا وعدہ ہے اور خدا سے
زیادہ اپنی بات میں سچا کون ہوگا۔" (نساء-۱۲۲)

"تو (اے رسولؐ) تم صبر کرو، بے شک اللہ کا
وعدہ سچا ہے اور کہیں ایسا نہ ہو کہ جو لوگ
(تمھاری) تصدیق نہیں کرتے، تمھیں (بہکا کر)
خفت کا سامنا کرنے پہ مجبور کردیں۔" (روم: ۶۰)

اسی لیے اللہ کی مدد پہ ایمان رکھنا، اللہ کے وعدے

کی تصدیق کرنا ہے اور اللہ کے وعدہ کو سچا سمجھنا، خود اللہ پر ایمان رکھنا ہے۔

اسی طرح جب ہم مزید غور کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی مدد پر ایمان ہمارے عقیدے کا بنیادی جزو اور اللہ پر ہمارے ایمان کی ایک اساس ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کی مرضی، زمانے کے سیاسی، فوجی اور اقتصادی معاملات میں ہمیشہ صالح مومنین کے حق میں ہوتی ہے اور یہی ہمارا ایمان ہے۔

اور ہم کسی حال میں عقیدہ کو سیاست سے جُدا نہیں سمجھ سکتے۔

استعمار نے مسلم امت کی غفلت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس امت کے عقیدہ اور اللہ پر ایمان کو سیاست سے جدا کر دیا اور بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ لوگوں نے اسے عملی اور نظری طور پر تسلیم بھی کر لیا ہے بس یہیں پر زخم لگا ہے اور یہیں پر دوا بھی لگانی چاہیئے۔ ہم پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں کہ امت کے جسم پر دین کو سیاست سے جدا سمجھنے نے اتنا گہرا زخم نہیں لگایا جتنا گہرا اور خطرناک زخم دین کو عقیدہ سے جدا سمجھنے کی صورت میں لگا ہے۔

اور یہ اس لیے کہ سیاست سے عقیدہ کو الگ سمجھنا اسلامی عقیدہ کی جڑ پر ضرب لگاتا ہے جبکہ سیاست سے دین کو الگ سمجھنا صرف مسلمانوں کی عملی زندگی میں نقص پیدا کرتا ہے اور اس کے باوجود ان کا عقیدہ سالم رہ جاتا ہے۔

اللہ کی مدد حاصل ہونے کی شرائط

اللہ تعالیٰ نے مومنین کی مدد کا جو وعدہ کیا ہے، وہ قطعی ہے۔ اس میں کسی قسم کے شک اور تردّد کی گنجائش نہیں ہے اگرچہ کہ اس مدد میں کتنی ہی دیر کیوں نہ ہو جائے۔ اللہ کا یہ وعدۂ نصرت اس وقت پورا ہوتا ہے جب اس کے مومن بندوں میں اس کی طرف سے عائد کردہ شرائط پائی جائیں۔

قرآن کریم میں اس کا یہ فرمان موجود ہے کہ:

"اور ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ جو لوگ روئے زمین میں کمزور کر دیے گئے ہیں، ان پر احسان کریں اور ان ہی کو (لوگوں کا) پیشوا بنائیں اور ان ہی کو اس (سرزمین) کا مالک بنائیں اور ان ہی کو روئے زمین پر پوری قدرت عطا کریں اور فرعون اور

اماں دونوں کے لشکروں کو ان ہی کمزوروں کے
ہاتھوں سے وہ چیزیں دکھائیں جس سے یہ لوگ
ڈرتے تھے۔" (قصص: ۵: ۶)

تو یہ اللہ کا قطعی ارادہ ہے۔ اور کیا مبارک ارادہ ہے۔ کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں پر احسان، خدا سے بغاوت کرنے والے ظالموں کے ہاتھوں سے قوت واقتدار چھین کر اسے ان ہی کمزوروں کے ہاتھوں میں دینا، ان ہی کمزوروں کو روئے زمین پر تمام تر قدرت عطا کرنا، ظالموں اور جابروں کو جو مسلمانوں کے خون سے کھیلتے ہیں، قدرت سے محروم کر دینا اور وہ جو زمین میں غرور وتکبر کرتے ہیں، انھیں کنارے بٹھا دینا۔ یہ سب کچھ کم نہیں ہے۔

صحیح معیار کے مطابق یہی حقیقی انقلاب ہے۔ زمین پر قیادت کمزوروں کا حق ہے اور یہ اللہ کا ارادہ ہے جو اٹل ہے۔

اس آیت میں اللہ کی مدد کے صرف ارادے کا ذکر ہے اور اس کی شرائط کا ذکر نہیں ہے۔ قرآن کریم کبھی شرائط کا ذکر کیے بغیر صرف اصل بات بتا دیتا ہے تاکہ مسلمانوں کے دلوں میں قوی امید پیدا ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ایک اور آیت میں اس وعدہ کا تفصیل سے ذکر کرتا ہے اور وعدہ پورا ہونے کی شرائط بھی بیان فرماتا ہے۔

"(اے ایمان والو) تم میں سے جن لوگوں نے ایمان
قبول کیا اور اچھے کام کیے۔ ان سے خدا نے وعدہ

کیا ہے کہ وہ ان کو (ایک نہ ایک دن) روئے زمین
پر ضرور (اپنا) نائب مقرر کرے گا، جس طرح ان
لوگوں کو نائب بنایا جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں اور
جس دین کو اس نے ان کے لیے پسند فرمایا ہے،
(اسلام) اس پر انھیں ضرور ضرور پوری قدرت
عطا کر دے گا اور ان کے خائف ہونے کے
بعد (ان کے ہراس کو) امن سے ضرور بدل دے
گا کہ وہ (اطمینان سے) میری عبادت کریں گے
اور کسی کو میرا شریک نہ بنائیں گے۔" (نور: ۵۵)

مختصراً یہ کہ یہ آیت 'ایمان' اور 'عملِ صالح' کو اللہ کی مدد کے لیے شرط قرار دیتی ہے۔

اللہ کی مدد کی پہلی شرط - ایمان

ایمان، نصرتِ خدا کے حصول کی پہلی شرط ہے۔ یہی اساس اور یہی بنیاد ہے۔ یہی وہ قاعدہ ہے جو مومن کی شخصیت کی بنیاد کو پختہ بناتا ہے۔ یہی وہ بات ہے جس کا مومن اپنے افکار، اپنے کلام اور اپنے سلوک میں اظہار کرتا ہے۔

اللہ کی مدد ایمان کے بغیر نہیں حاصل ہو سکتی۔ اللہ پر ایمان' مومن کو بھروسہ، قوت، توازن، اطمینان اور سکون بخشتا ہے۔ یہی باتیں کامیابی کے لیے اہم ہوتی ہیں اور ان میں سے کوئی بھی اللہ پر ایمان رکھے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔

جنگِ اُحد میں ناکامی کے بعد اللہ تعالیٰ مومنین کے قلیل ٹولے کی ڈھارس بندھاتے ہوئے فرماتا ہے:

"اور (مسلمانو) کاہل مت کرو اور (اس اتفاق

شکست سے) غمگین مت ہو جاؤ اور اگر تم سچے مومن ہو تو تم ہی غالب رہو گے۔" (آل عمران : ۱۳۹)

حقیقی غلبہ اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب امت مومن ہواس سے ہٹ کر بہک جانا ریاکاری اور دھوکہ دینا ہے۔
اللہ تعالیٰ مشرکین قریش سے خطاب کرتے ہوئے فرماتا ہے:

"اور تمہاری جماعت اگرچہ کہ بہت زیادہ بھی ہو، ہرگز کچھ کام نہ آئے گی اور خدا تو یقیناً مومنین کے ساتھ ہے۔" (انفال : ۱۹)

اللہ کی مدد کی دوسری شرط۔ عمل

عمل ایک ایسی شرط ہے جس میں بہت سی باتیں شامل ہوجاتی ہیں۔ عمل کے پہچان کی کچھ صفتیں ہیں جو یہ ہیں :

۱ ——— تقویٰ
۲ ——— خلوص
۳ ——— جہاد
۴ ——— نماز
۵ ——— صبر

تقویٰ

یہ عمل کی پہلی اور سب سے اہم صفت ہے۔ تقویٰ کا مطلب ہے

اللہ کے احکام کی پابندی بعض لوگوں کو جو اسلامی فکر سے آشنا نہیں ہوتے اور قرآن کریم کا مطالعہ نہیں کرتے یہ بات کہ اللہ کی مدد کے حصول کے لیے اس کے حلال وحرام کے احکامات کی پابندی اہم شرط ہے، عجیب وغریب لگتی ہے۔ وہ پوچھتے ہیں کہ گناہ کرنے اور عملِ صالح نہ کرنے کا اللہ کی مدد سے کیا واسطہ ہے۔ اللہ اپنے گناہگار بندوں کی بھی مدد کر سکتا ہے۔

یورپ کی مغربی ذہنیت یہ پوچھتی ہے کہ تقویٰ اور اللہ کی مدد میں کیا ربط ہے۔ اس کا خیال ہے کہ ان کا ایک دوسرے سے کوئی تعلق نہیں۔ لیکن اسلامی ذہنیت جسے قرآن کریم پیش کرتا ہے ان دونوں میں کسی فاصلے کی قائل نہیں۔ اسلامی نظریہ کے مطابق ان کا آپس میں گہرا ربط ہے۔ اگر اس دیوار کی ایک اینٹ کو بھی جدا کیا گیا تو پوری کی پوری دیوار منہدم ہو جائے گی۔

قرآن کریم اس سلسلے میں صراحت اور وضاحت سے کہتا ہے:

"اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور جان لو کہ اللہ متقیوں کے ساتھ ہے۔" (بقرہ: ۱۹۴)

پس مومنین کا ساتھ دینے کے لیے خدا کی شرط تقویٰ ہے:

"ساری زمین تو خدا ہی کی ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اس کا وارث و مالک بنائے اور خاتمہ بخیر تو بس پرہیزگاروں ہی کا ہے۔" (اعراف: ۱۲۸)

"اور جان لو کہ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔"
(توبہ : ۳۶)

"پس صبر کرو۔ عاقبت بخیر تو پرہیزگاروں ہی کے لیے ہے۔" (ہود : ۴۹)

"اور اللہ تو پرہیزگاروں کا مددگار ہے۔"
(جاثیہ : ۱۹)

پس اللہ کی طرف دعوت دینے والوں کے لیے ایمان کے بعد تقویٰ و پرہیزگاری کی شرط لازمی ہے۔ اللہ کے بنائے ہوئے حلال و حرام سے آنکھوں کو بند کر لینا مومن کو اس کی ایک اعلیٰ ترین صفت سے محروم کر دیتی ہے۔ اس سے وہ خود اللہ کی راہ سے ہٹ جاتا ہے اور جو خود اللہ کی راہ سے ہٹ جائے وہ بھلا دوسروں کو اس راہ پر چلنے کی دعوت کیسے دے گا۔

تقویٰ ایک بہت مضبوط قلعہ ہے جو انسان کو شیطان سے، شیطانی وسوسوں سے اور شہوتوں اور خواہشاتِ نفسانی کے بے قابو لشکر سے محفوظ رکھتا ہے۔ تقویٰ ہی کامیابی کی جانب پہلا قدم ہے جہاں انسان کو سب سے پہلے خود اپنے نفس سے لڑنا پڑتا ہے۔ اگر وہ اس میدان میں کامیاب ہو جائے تو پھر کہیں وہ اس قابل ہوتا ہے کہ میدان جہاد میں آکر لڑے بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ میدان جنگ میں کفر و ایمان اور حق و باطل کے درمیان جنگ مومن کے لیے چھوٹا جہاد ہے اور نفس کے میدان میں تقویٰ اور گناہ کے درمیان جنگ مومن کے لیے اس سے بھی بڑا جہاد ہے۔

خلوص

تقویٰ کے بعد، خلوص عمل کی دوسری اہم نشانی ہے۔ یہ صفت عمل کی رُوح ہے، مومن کے عمل کی بنیاد ہے۔ یہی صفت مومن کو بے دھڑک اللہ کی طرف لوگوں کو دعوت دینے پر آمادہ کرتی ہے۔ اسی صفت کا نتیجہ ہوتا ہے کہ مومن اللہ کی خاطر میدانِ جنگ میں آجاتا ہے اور وہ تمام مشکلات اور سختیاں جو اس پر پڑتی ہیں انھیں اللہ کی خاطر برداشت کرلیتا ہے۔ جب شیطان انسان کے نفس میں دنیا کی محبت ڈال دیتا ہے اور خلوص کو اس سے چھین لیتا ہے تو پھر اس سے کوئی عملِ صالح بجالانا ممکن نہیں ہوتا۔

جہاد

جہاد بھی عمل کی ایک صفت ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے صالح بندوں سے وعدہ کیا کہ وہ معرکہ میں ان کے ساتھ رہے گا اُسی وقت اس نے یہ شرط بھی عائد کردی کہ جہاد اللہ کے لیے ہونا چاہیے اور اس کا مقصد اللہ کی مرضی کا حصول ہونا چاہیے۔

"اور جن لوگوں نے ہماری راہ میں جہاد کیا، انھیں ہم ضرور اپنی راہ کی ہدایت کریں گے۔" (عنکبوت: ۶۹)

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے لیے کہ جو دکھلاوے کے لیے اور دنیاوی مال و جاہ و دولت جمع کرنے کے لیے، اپنے گھروں سے نکل کھڑے ہوتے

ہیں، فرماتا ہے:

"اور ان لوگوں کے جیسے نہ ہو جاؤ جو اتراتے ہوئے اور لوگوں کو دکھلانے کے واسطے، اپنے گھروں سے نکل کھڑے ہوئے اور جو لوگوں کو خدا کی راہ سے روکتے ہیں اور جو کچھ بھی وہ لوگ کرتے ہیں خدا اس پر ہر طرح سے احاطہ کیے ہوئے ہے" (انفال: ۴۷)

پس ہر عمل کی طرح جہاد میں بھی خلوص شرط ہے۔

صبر و صلوٰۃ

ارشاد رب العزت ہے:

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝

"اور صبر اور نماز کے ذریعہ ہی (خدا سے) مدد مانگو۔ بے شک خدا صبر کرنے والوں ہی کا ساتھی ہے"۔
(بقرہ: ۱۵۳)

نماز اور صبر عمل کی اہم ترین شرائط میں سے ہیں۔ اللہ کی راہ میں عمل کے دو شعبے ہیں۔ ایک کا تعلق اللہ کے ساتھ اور دوسرے کا لوگوں کے ساتھ معاملے سے ہے۔ اللہ کے ساتھ معاملہ 'نماز' ہے اور لوگوں کے ساتھ معاملہ 'صبر' ہے۔

نماز

اللہ تعالیٰ کو یاد رکھنا چاہیے۔ اللہ کی یاد بندے کو خالق سے مربوط رکھتی ہے۔ اللہ سے گڑگڑا کر دعا کرنی چاہیے۔ جب مومن کے راستے میں دشوار گھاٹیاں اور رکاوٹیں حائل ہوتی ہیں اور جب شیطان دلوں میں وسوسہ ڈال رہا ہوتا ہے، ایسے موقعوں پر نماز بڑی کام آتی ہے۔ نماز مومن کے دل میں قوت اور اعتماد پیدا کرتی ہے اور یوں وہ دشوار سے دشوار راستے پر بھی اللہ سے لو لگائے ہوئے آگے بڑھتا رہتا ہے۔

آیئے، اللہ کی طرف دعوت دینے والے انبیاء اور اس کے صالح بندوں کی ایسے وقت میں دعا سنتے ہیں جب ان کے راستے میں سختیاں زیادہ ہوتی ہیں:

"اے ہمارے پروردگار تو ہی ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان ٹھیک فیصلہ کر دے تُو تو سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔" (اعراف: ۸۹)

جب جادوگروں نے حضرت موسیٰؑ کے پروردگار پر ایمان قبول کیا تو فرعون نے انھیں سزا کی دھمکیاں دیں۔ اس وقت وہ اللہ سے گڑگڑاتے ہوئے دعا کرتے ہیں کہ:

"اے ہمارے پروردگار ہم پر صبر (کی بارش) برسا اور ہمیں مسلمان ہی اس دنیا سے اٹھا لے۔"

(اعراف: ۱۲۶)

حضرت موسیٰؑ کی قوم فرعون کے مظالم سے تنگ آکر اپنے پروردگار سے گڑگڑا کر دعا کرتی ہے:

"اے ہمارے پالنے والے تو ہمیں ظالموں کا ذریعۂ امتحان نہ بنا۔ اور اپنی رحمت سے ہمیں ان کافروں کے پنجے سے نجات مرحمت فرما" (یونس: ۸۶)

"پروردگارا ہمارے لیے ہمارا نور پورا کر دو اور ہمیں بخش دے۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے" (تحریم: ۸)

صبر

صبر کا تعلق لوگوں سے ہے۔ روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کے جاری کیے ہوئے قوانین اور حقائق کو تسلیم کرتے ہوئے لوگوں کے ساتھ معاملہ کا نام صبر ہے۔

خلاقِ عالم نے زمین پر لوگوں کی زندگی سے متعلق ہر زمانے کے لیے یکساں قوانین بنائے ہوئے ہیں۔ جب تک انسان ان قوانین کو نہیں پہچانے گا ان پر عمل نہیں کر سکتا اور جب تک ان پر عمل نہیں ہوگا وہ اپنے کام میں کامیاب نہیں ہوگا۔

افراد ہوں یا معاشرہ، عقل بات ہو یا محض دل کی بات، اقتصاد ہو یا سیاست، حاکم کا حکم ہو یا عوام کی رائے، اسی طرح حرکت ہو یا انقلابِ حال ہو، ادارہ ہو یا پوری تاریخ ہو۔ غرضیکہ جو کچھ بھی انسان سے متعلق ہے

اللہ نے ہر ہر بات کے لیے قانون دیا ہے۔ جس طرح زمین کی کشش، بجلی، بھاپ، زمین کے طبقات، پہاڑ، سمندر، مدوجزر، نباتات، غرضیکہ کائنات کی ہر چیز ایک قاعدہ کے تحت ہے۔ اسی طرح انسان سے متعلق جتنی بھی باتیں ہیں وہ سب کسی نہ کسی قاعدہ اور قانون کے تحت ہیں۔

جب تک انسان کو اپنی زندگی سے متعلق اللہ کے بنائے ہوئے قوانین و قواعد نہیں معلوم ہوں گے وہ اپنی ذمہ داری کو صحیح طور سے پورا کرنے پر قادر نہیں ہوسکتا۔ ہاں اگر اسے یہ قوانین معلوم ہوجائیں، اگر وہ علوم کے ذریعہ یا زندگی کے تجربوں کے ذریعہ انھیں جان لے، تو اسے معلوم ہوجائے گا کہ اس کے لیے صبر کرنا کتنا ضروری ہے۔ پھر وہ وقت کو اس کا حق دے گا۔ عمل کے مراحل میں جتنا بھی وقت خرچ ہو، وہ صرف کرے گا۔

اگر انسان اپنی زندگی کے لیے اللہ کے بنائے گئے قوانین کو جاننے کی کوشش نہ کرے تو جو چیز اس سے سب سے زیادہ نزدیک ہوگی وہ ناکامی ہے۔ اسی طرح اگر انسان خالق کے بنائے ہوئے قوانین کے الٹ کام کرنا چاہے مثلاً یہ کہ وہ یہ چاہے کہ عمل کے اتنے بہت سے مراحل بیچ میں نہ آئیں، جتنا وقت دینا چاہیے، اتنا وقت وہ نہ دے، وہ یہ خیال نہ کرے کہ جس کے ساتھ مقابلہ کر رہا ہے، وہ اسی جیسا انسان ہے جس کا اپنا کوئی ارادہ، اپنی کوئی رغبت اور اپنی کوئی شخصیت ہے، وہ اس بات کا خیال نہ رکھے کہ انسان کی ذات پر اللہ کے قوانین کی حکومت ہے اور بے صبری میں قوانین کو نظرانداز کرتے ہوئے پھلانگنا چاہے تو وہ گر جائے گا اور ناکام رہے گا بالکل اسی طرح سے کہ جس طرح کھیتی باڑی کرنے والا یہ نہ جانے کہ اسے کب بونا ہے اور کب کاٹنا ہے، دوسرے لفظوں میں وہ بونے اور کاٹنے کے اوقات

کے سلسلے میں اللہ کے قوانین سے غافل رہے تو اس کا یہ سارا عمل، سوائے نقصان کے اسے اور کچھ نہ دے گا۔

اللہ کی طرف دعوت دینے والوں کو اپنے سے پہلے گزرنے والے مبلغوں کی تاریخ اور ان کے کارناموں کا اچھی طرح مطالعہ کرنا چاہیے۔ انھیں جاننا چاہیے کہ حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر آج کے دور تک کے مبلغین کا لوگوں کے ساتھ کیسا برتاؤ تھا۔ خاص طور پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ کا تو بغور مطالعہ کرنا چاہیے تاکہ کام کرنے کا ڈھنگ تو آجائے۔

اللہ کی طرف دعوت دینے والوں کو الگ تھلگ نہیں بلکہ لوگوں کے درمیان رہنا چاہیے۔ ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا چاہیے۔ ان سے باتیں کرنا چاہیے انکی باتوں کو سننا چاہیے، ان کی صفوں میں بیٹھ کر اپنا کام کرنا چاہیے۔ اس کے ساتھ ساتھ انھیں اپنے صبر میں اضافہ کرتے رہنا چاہیے۔ لوگوں کے ساتھ معاملہ کرتے ہوئے صبر، ظالموں کا سامنا کرتے وقت صبر، مسلمانوں کو متحد کرنے کے سلسلے میں صبر، مسلمانوں کو تحریک پر آمادہ کرنے کے سلسلے میں صبر؛ ان کے ایمان وعمل کی قوت کا اندازہ لگانے میں صبر، ان کی مردم شماری میں صبر۔ غرضیکہ ہر ہر قدم پر صبر کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ انھیں اس راستے کی مشکلات کو برداشت کرنا ہے جو بغیر صبر کے ممکن ہی نہیں ہے۔ انھیں لوگوں کے بُرے اخلاق اور ان کی اُلٹی سیدھی باتوں پر صبر کرنا ہے۔ راستے کی طوالت اور منزل کی دوری پر صبر کرنا ہے، دشمن سے مقابلہ کرتے وقت صبر کرنا ہے، مقابلہ کی تیاری کرتے وقت صبر کرنا ہے، میدان میں ثابت قدم رہنے کے لیے صبر کرنا ہے۔ غرضیکہ ہر ہر مرحلہ پر صبر کرنا ہے اور پھر اس صبر کے

ساتھ ساتھ اپنے کام کو جاری رکھنے اور اپنے طریقہ کو اپنائے رکھنے کے لیے بھی صبر کی ضرورت ہوتی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ سب مراحل بغیر صبر کے طے ہی نہیں ہو سکتے۔ راستہ بھی نہیں چھوڑا جا سکتا اور صبر کے بغیر اسے طے بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس راستہ پر چلنے کے لیے ضروری ہے کہ مبلّغ اللہ کے ساتھ رہے اور اللہ اس کے ساتھ رہے تاکہ کام کا بوجھ کچھ ہلکا ہو جائے اور راستہ کچھ چھوٹا معلوم ہو۔ اللہ کے ساتھ رہنے اور اللہ کو ساتھ رکھنے کے لیے نماز ضروری ہے، تضرع و زاری ضروری ہے تاکہ اللہ دشوار راستے میں اس کا ساتھ دے۔ اسی طرح صبر بھی ضروری ہے تاکہ اللہ کا ساتھ بھی نہ چھوٹے اور منزل بھی مل جائے۔

" اور (اللہ سے) مدد مانگو صبر اور نماز کے ذریعے۔
اللہ یقیناً صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے "
(بقرہ : ۱۵)

پس اگر اللہ کی طرف دعوت دینے والے ثابت قدم رہے اور انھوں نے صبر کیا تو اللہ کی مدد یقینی ہے۔ اللہ کی رحمت ان پر سایہ فگن رہے گی۔

" جن لوگوں نے (سچے دل سے) کہا کہ ہمارا پروردگار تو (بس) خدا ہے، پھر وہ اسی پر قائم رہے، ان پر فرشتے نازل ہوں گے (اور کہیں گے) کہ کچھ خوف نہ کرو اور غم نہ کھاؤ " (حٰم سجدہ : ۳۰)

"جن لوگوں نے (سچے دل سے) کہا کہ ہمارا پروردگار تو (بس) خدا ہے پھر وہ اسی پر قائم رہے تو ایسے لوگوں کو کچھ خوف نہ ہوگا۔" (احقاف : ۱۳)

آیئے دیکھتے ہیں کہ اللہ کس طرح سے اپنے نبیؐ کو تربیت دے رہا ہے اور سکھا رہا ہے کہ اللہ کی طرف دعوت دینے کے راستے میں جلدی نہیں کرنا چاہیے۔

"اے رسولؐ جس طرح اولوالعزم (عالی ہمت) پیغمبر صبر کرتے رہے، اسی طرح تم بھی صبر کرو اور ان کے لیے (عذاب کی) تعجیل کی خواہش نہ کرو۔"
(احقاف : ۳۵)

اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰؑ کی قوم کے مظلوم لوگوں میں رہبر اور قائد پیدا کر دیتا ہے اور ان کو فرعون کی سلطنت کا وارث بنا دیتا ہے، محض اس لیے کہ انھوں نے صبر سے کام لیا تھا۔

"اور انھی (بنی اسرائیل) میں سے ہم نے کچھ لوگوں کو چونکہ انھوں نے (مصیبتوں پر) صبر کیا، پیشوا بنایا جو ہمارے حکم سے (لوگوں کی) ہدایت کرتے تھے۔"
(سجدہ : ۲۴)

اللہ تعالیٰ اپنے رسولؐ کو حکم دیتا ہے کہ وہ صرف وحی کی پیروی کریں،

اپنی قوم کے ساتھ صبر کریں اور اللہ کے حکم کے منتظر رہیں۔

"اور اے رسولؐ تمھارے پاس جو وحی بھیجی جاتی ہے تم بس اس کی پیروی کرو اور صبر کرو یہاں تک کہ خدا فیصلہ فرمائے۔" (یونس: ۱۰۹)

جوں جوں آزمائش طویل اور شدید ہوتی جاتی ہے، اسی قدر صبر کی ضرورت بھی بڑھ جاتی ہے' اگر صبر نہ کیا جائے تو خفت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

"تو (اے رسولؐ) تم صبر کرو بے شک خدا کا وعدہ سچا ہے اور کہیں ایسا نہ ہو کہ جو لوگ (تمھاری) تصدیق نہیں کرتے، تمھیں (بہکا کر) خفیف کر دیں۔" (روم: ٦)

کامیابی کی راہ..... آزمائش

آج کے اس سخت دور میں مومنین کو اپنے عقائد پر غور کرنا چاہیے۔ کامیابی تک پہنچنے کے لیے ہمیں اپنے ایمان کو پرکھنے اور تولنے کی ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں ہم دو نکات پر توجہ دلانا چاہتے ہیں۔

پہلا نکتہ

مومن کی آزمائش کا زمانہ کبھی طویل ہوتا ہے اور کبھی اس کی مدت کم ہوتی ہے۔ اس کمی وزیادتی کا اس کے ایمان و عمل سے بڑا گہرا تعلق ہوتا ہے۔ البتہ اس تعلق کی کیا نوعیت ہے اور دونوں میں کیا نسبت ہے یہ خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ اسی طرح مومن کی آزمائش کبھی سخت ہوتی ہے اور کبھی نرم۔ عام طور پر جب آزمائش سخت ہو جبھی کامیابی نصیب ہوتی ہے۔ ایسی آزمائش اُمت کے تمام گروہوں کو بیک وقت بیدار کردیتی

ہے۔ اس سخت آزمائش کے سبب مجاہدوں کا ہراول دستہ تیار ہو جاتا ہے۔ امت اس سخت آزمائش کی بنا پر عہد و پیمان باندھتی ہے اور ایسے حالات میں عمل پر باآسانی اور راحت کے دَور سے زیادہ توجہ دیتی ہے۔

گویا آزمائش ہی مومن کی کامیابی کا راستہ ہے۔ یہ راستہ کبھی مومنین کے لیے بڑا دشوار گزار ہوتا ہے اور صرف انھیں تک محدود نہیں ہوتا بلکہ ان کے اہلِ خانہ، والدین، بیویوں، بچوں اور دوسرے رشتہ داروں کو بھی اس راستہ سے گزرنا پڑتا ہے۔ اسی لیے کامیابی کا انحصار بڑی حد تک گھر کے افراد پر بھی ہوتا ہے اور اس سلسلے میں انھیں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اگر کسی مومن کے گھر والوں میں مایوسی کے منفی جراثیم آ جائیں تو پھر خود مومن سے بھی یہ بیماری دُور نہیں رہ سکتی۔ کبھی یہی گھر والے کامیابی کے راستے میں مادی اور معنوی طور پر اللہ کی غیبی مدد بن جاتے ہیں اور کبھی انہی گھر والوں کی وجہ سے آدمی کا عزم منہدم ہو کر رہ جاتا ہے۔ بعض گھر والے اللہ تک پہنچا دیتے ہیں اور بعض شیطانی راہ پر گامزن کر دیتے ہیں۔ آگے بڑھنے کے لیے، اللہ تک پہنچنے کے لیے اور کامیاب ہونے کے لیے ضروری ہے کہ مومن پہلے خود اپنے گھر والوں کو اچھی طرح سے پرکھ لے۔

ہم نے ابھی عرض کیا تھا کہ مومن کی آزمائش کا وقت کبھی طویل ہوتا ہے اور کبھی قلیل۔ لیکن خواہ یہ وقت طویل ہو خواہ مختصر، اللہ کی راہ میں کام کرنے والوں کے لیے اس کی مدد اور تائید ہر لحظہ شاملِ حال رہتی ہے۔ اللہ کی طرف سے مدد ایک ایسی ایمانی حقیقت ہے جو ہر وقت مومن کے پیشِ نظر رہتی ہے۔ یہ ارادۂ الٰہی ہے جو کبھی تبدیل نہیں ہوتا۔ جو مومنین واقعی طور پر خالصتاً اللہ کے لیے کام کرتے ہیں، وہ انبیاء و مرسلین اور اللہ کے صالح

بندوں کی طرح سخت ترین آزمائش سے بھی اطمینان کے ساتھ گزر جاتے ہیں۔ لیکن دوسری طرف شیطان اس کوشش میں لگا رہتا ہے کہ مومن کے دل میں اللہ کی مدد کے ایمان کو متزلزل کر دے اور اس کے پائے ثبات میں لرزش پیدا کر دے۔ اور کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ کامیابی نزدیک ہوتی ہے لیکن عین آخری لمحوں میں مومنین آزمائش کی سختی اور طوالت سے دل برداشتہ ہو جاتے ہیں۔

"انھیں طرح طرح کی تکلیفوں (فاقہ کشی) اور بیماریوں نے گھیر لیا اور زلزلہ میں اس قدر جھنجوڑے گئے کہ آخر (عاجز ہو کر) پیغمبر اور ایمان لانے والے جو ان کے ساتھ تھے کہنے لگے (دیکھیے) خدا کی مدد کب ہوتی ہے۔ دیکھو (گھبراؤ نہیں) خدا کی مدد یقیناً بہت قریب ہے۔" (بقرہ : ۲۱۴)

قرآن کریم اللہ کی مدد حاصل ہونے سے قبل آزمائش کی طوالت اور شدت کے بارے میں ایک اور جگہ فرماتا ہے :

(پیغمبروں نے تبلیغ) یہاں تک کی کہ جب پیغمبر (قوم کے ایمان لانے سے) مایوس ہو گئے اور ان لوگوں نے سمجھ لیا کہ وہ جھٹلائے گئے تو ان کے پاس ہماری (خاص) مدد آ پہنچی۔"
(یوسف : ۱۱)

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اللہ کی مدد مومنین سے بہت قریب ہوتی ہے لیکن خود اللہ مدد کے وقت کو کسی مصلحت کی بنا پر طول دے دیتا ہے۔ خدا اس دوران ان کا امتحان لینا چاہتا ہے۔ ایسی صورت میں عمل کرنے والوں کو چاہیے کہ وہ اللہ کی مدد پر ایمان کو ہاتھ سے جانے نہ دیں اور یہ ضروری ہے کہ وہ کسی بھی حال میں اللہ کی مدد سے مایوس نہ ہوں۔

"اور خدا کی رحمت سے مایوس نہ ہو کیوں کہ خدا کی رحمت سے سوائے کافروں کے کوئی مایوس نہیں ہوا کرتا۔" (یوسف: ۸۷)

دُوسرا نکتہ

یہ آزمائش جو انسان کو کبھی مایوسی کے گڑھے میں ڈال دیتی ہے، یہی اس کی کامیابی کا بھی واحد راستہ ہے بلکہ کامیابی کا راستہ ہی نہیں، اللہ کے نزدیک خود مقصد بھی ہے۔ آزمائش ہی عمل کرنے والے مومنین کو حدِّ کمال تک پہنچاتی ہے۔ آزمائش بعض اوقات طویل اور کڑی اس لیے ہوتی ہے کہ اس سے گزرنے والے مومنین ہیرا بن کر جگمگائیں۔

"(منافقو) خدا ایسا نہیں ہے کہ برے بھلے کی تمیز کیے بغیر جس حالت پر تم ہو اسی حالت پر مومنوں کو بھی چھوڑ دے۔" (آل عمران: ۱۷۹)

اسلام بُرے اور بھلے میں تمیز کر دیتا ہے۔ وہ حق و باطل کو جدا جدا کرکے دکھا دیتا ہے۔ آزمائش سے بہتر بھلے بُرے کی تمیز کسی اور طریقے سے نہیں ہو سکتی۔ آزمائش ہی ایک قوم کو آسمان پر پہنچا دیتی ہے اور ایک کو زمین کا کیڑا بنا دیتی ہے۔ حق و باطل کی اس جنگ میں، توحید اور شرک کے اس کارزار میں، ایک قوم اچھی ثابت ہوتی ہے اور ایک بُری۔ پس آزمائش اللہ کی راہ میں عمل کرنے والوں کے لیے اللہ کی بنائی ہوئی ایک سیڑھی ہے اور کمال تک پہنچنے کا راستہ دشوار ہی ہوا کرتا ہے۔ مومن راحت اور آسائش میں کمال تک نہیں پہنچ سکتا۔ آزمائشوں اور سختیوں کے راستہ سے گزر کر ہی کمال تک پہنچا جا سکتا ہے۔ وہ ظالموں کے کوڑوں، جلاوطنی کی سختیوں اور زندان کی صعوبتوں کو جھیل کر ہی کمال تک پہنچ سکتا ہے اور یہ سب کچھ اللہ کی مرضی سے ہوتا ہے۔ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ اگر مومن کو معلوم ہو جائے کہ جو ہاتھ اس کے دل کو نچوڑ رہا ہے وہ ارحم الراحمین کا ہاتھ ہے تو اسے سخت ترین آزمائش بھی معمولی معلوم ہو۔ اگر اسے آرے سے زندہ بھی چیرا جائے تب بھی اس کے لیے یہ کوئی سخت بات نہ ہوگی بشرطیکہ وہ خالصتاً اللہ کے لیے کام کر رہا ہو اور یہ سمجھ رہا ہو کہ یہ سب کچھ اسی کی مرضی سے ہو رہا ہے۔

آزمائش ہی جنت کا راستہ ہے۔ آزمائش ہی نفس کا تزکیہ کرتی ہے اور دل کو پاکیزہ بناتی ہے۔ آزمائش ہی ناقص انسان کو کامل بناتی ہے۔ قرآن کریم اس حقیقت کو صاف صاف الفاظ میں یوں پیش کرتا ہے۔

"کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ (سب کے سب) جنت میں

چلے جاؤ گے اور کیا خدا نے ابھی تک تم میں
سے ان لوگوں کو بھی نہیں پہچانا جنھوں نے جہاد
کیا اور (آزمائش پر) صبر کرتے رہے۔"

(آل عمران : ۱۴۲)

"کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ تم یونہی چھوڑ دیے
جاؤ گے اور ابھی خدا نے ان لوگوں کو ممتاز کیا
ہی نہیں جو تم میں سے (راہ خدا میں) جہاد کرتے
ہیں اور خدا اور اس کے رسولؐ اور مومنین کے
سوا اور کسی کو اپنا رازدار دوست نہیں بناتے
اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو خدا اس سے باخبر
ہے۔" (توبہ : ۱۶)

لوگوں کے تصورات میں ایک غلط خیال یہ رچ بس گیا ہے کہ جنّت کی اعلیٰ منزلیں صرف اس کے لیے ہیں جو بس نماز پڑھے اور روزہ رکھے اور اس کے لیے ایمان کے کسی امتحان کی ضرورت نہیں، یہ دیکھنے کی ضرورت نہیں کہ آیا وہ مجاہد اور صابر بھی ہے یا نہیں۔

یہ سراسر ایک خام خیال ہے۔ ایمان کا امتحان لینا اللہ کی سنّت ہے اور اللہ کی سنّت میں تبدیلی آ نہیں سکتی۔ ہمارے زمانے کے مجاہدین آزمائش اور امتحان کے اعتبار سے پچھلے زمانوں کے مجاہدین سے کم نہیں ہیں۔

"کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ بہشت میں پہنچ ہی جاؤ گے
حالانکہ ابھی تک تمھیں پچھلے زمانے والوں کی سی حالت

پیش نہیں آئی کہ انھیں طرح طرح کی تکلیفوں اور بیماریوں نے گھیر لیا۔ (بقرہ: ۲۱۴)

اگر عمل کرنے والے آزمائش کے کڑے وقتوں میں اللہ کی سنت کو پیش نظر رکھیں، وہ یہ جان لیں کہ اللہ کی رحمت ایسے حالات میں بھی سایہ فگن رہتی ہے۔ اگر وہ یہ سمجھ لیں کہ ثابت قدمی کی صورت میں ملائکہ ان پر فخر کرتے ہیں تو ان کو کڑی سے کڑی آزمائش بھی پھول کی مانند معلوم ہو، خواہ انھیں آرے سے چیر ہی کیوں نہ دیا جائے۔

اگر وہ یہ سمجھ لیں کہ کڑی آزمائش ہی اصل میں ان کے لیے اللہ کی مدد ہے، اگر وہ یہ جان لیں کہ یہی آزمائش منزل تک پہنچانے کا راستہ ہے، اسی کے لیے وہ پیدا کیے گئے ہیں اور یہی ان کے لیے جنت تک پہنچنے کی سیڑھی ہے تو انھیں یہ آزمائش گراں معلوم نہ ہو۔

اللہ کے نزدیک اصل مقصد ہی آزمائش ہے۔ اللہ کی جانب سے اصل مدد یہی امتحان ہے۔ اگر عمل کرنے والے اس خیال سے آگے بڑھیں تو کامیابی ان کے قدم چومے گی۔ ان کے قدم ڈگمگائیں گے نہیں اور اضطراب ان کے دلوں میں جگہ نہیں پائے گا۔ اور میدانِ جنگ میں جو اللہ کی خصوصی مدد ہوتی ہے اس کا تو حساب ہی جدا ہے۔

ذرا قرآن کریم کی اس آیۂ مبارکہ پر غور کیجیے:

"اے ایماندارو کیا میں تمھیں ایسی تجارت بتا دوں جو تم کو (آخرت کے) عذاب سے نجات دے (وہ یہ

بے کر) خدا اور اس کے رسولؐ پر ایمان لاؤ اور
اپنے مال اور جان سے خدا کی راہ میں جہاد کرو۔
اگر تم سمجھو تو یہی تمھارے حق میں بہتر ہے (ایسا
کروگے تو وہ بھی اس کے عوض) تمھارے گناہ بخش
دے گا اور تمھیں ان باغوں میں داخل کرے گا
جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور پاکیزہ مکانات میں
جگہ دے گا جو جاودانی بہشت میں ہیں۔ یہی تو
بڑی کامیابی ہے۔ اور ایک چیز جس کے تم دلدادہ
ہو (یعنی تم کو) خدا کی طرف سے مدد ملے گی اور
عنقریب فتح ہو گی اور (اے رسولؐ) مومنین کو
اس کی خوشخبری دے دو!" (صف: ۱۰-۱۱-۱۲-۱۳)

پس سب سے بڑی کامیابی مغفرت اور جنت ہے۔ وہ جنت
کہ جس میں نہریں بہتی ہیں، جہاں ہمیشہ کے لیے پاکیزہ مکانات ہیں۔
لیکن اس کامیابی کا راستہ ایمان اور جہاد ہے۔ خواہ اس میں کتنی ہی
زحمتیں اور کیسی ہی مشکلات اٹھانا پڑیں، خواہ جان و مال کی بازی
لگانی پڑے۔ یہی بہتر ہے یہی کامیابی ہے اور یہی مدد ہے۔
اور جہاں تک فتح کا تعلق ہے جس کے مومنین دلدادہ ہیں، وہ
یقیناً قریب ہے اور حاصل ہو کر رہے گی اللہ تعالیٰ ہمیں خوشخبری
دیتا ہے:
"خدا کی طرف سے مدد ملے گی اور عنقریب فتح ہو گی۔

(اے رسولؐ) مومنین کو اس کی خوشخبری دے دو۔"
(صف : ۱۳)

اس میں کسی قسم کا شک نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ اپنے وعدے سے پھرتا نہیں۔ لیکن بڑی کامیابی کچھ اور ہے۔ فَوۡزٌ عَظِیۡمٌ مدد کی حالت بھی ہے، مدد کا ہدف بھی اور مدد کا نتیجہ بھی۔

میں یہ نہیں کہنا چاہتا کہ عمل کرنے والوں کو ابتدائی مراحل میں جو اجر ملتا ہے وہ فتح کے اجر سے کم ہے۔ فتح تو فقط ایک خوشی ہے جسے مومنین پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی خوشخبری دیتا ہے۔

ہم نے پہلے بھی عرض کیا اور اب دوبارہ یہی عرض کر رہے ہیں کہ آزمائش کمال تک پہنچنے کیلئے ایک سیڑھی ہے اور بس۔ جس طرح لوگ اللہ کی توفیق سے اس سیڑھی کے ذریعے اوپر چڑھتے ہیں، اسی طرح بعض لوگ اسی سیڑھی سے شیطان کے ورغلانے میں آکر گر پڑتے ہیں۔ گو کہ اللہ کی تائید آزمائش کے وقت مومنوں سے جدا نہیں ہوتی لیکن پھر بھی اس کا حاصل ہونا مشکل کام ہے۔ اس کے لیے بہت صبر، خلوص، ثباتِ قدم اور اللہ کو یاد رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اللہ کا ذکر دلوں کو اطمینان اور سکون بخشتا ہے۔

"یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے ایمان قبول کیا اور جن کے دلوں میں خدا کی یاد سے تسلّی ہوا کرتی ہے۔"
(رعد : ۲۸)

جس طرح انبیاء و مرسلین اور صالح متقین کی صحبت میں رہنا

اور ان کی آزمائشوں میں ان کا ساتھ دینا دلوں کو اطمینان بخشتا ہے۔ اسی طرح ان کا ذکر بھی اطمینان اور ثابت قدمی کا سبب بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے پیغمبروں کے قصوں اور ان کی آزمائشوں کا ذکر اسی لیے فرماتا ہے کہ آپ کے دل کو سکون و اطمینان میسر ہو۔

"اور (اے رسولؐ) سب پیغمبروں کے حالات میں سے
ہم ان تمام قصوں کو بیاں کیے دیتے ہیں جن سے ہم تمہارے
دل کو مضبوط کر دیں گے۔ (ہود: ۱۲)

انقلاب ایران
اللہ کی مدد کا ثمر

خدا کا شکر ہے کہ عالمِ اسلام کی وسیع سرزمینوں میں سے ایک خطۂ زمین (ایران) میں اللہ کی مدد وارد ہوئی۔ اللہ کا وعدہ پورا ہوا۔ تمام آسمانوں اور زمین بھر کو اس کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ تمام مخلوق کی تعداد کے برابر اس کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ شکر کرنے والے بندوں سے بھی زیادہ شکر کرنا چاہیے۔ بلکہ ایسا شکر کرنا چاہیے کہ جو خدا کو پسند آجائے اور جس سے خدا راضی ہو جائے۔

خدا کا شکر ہے کہ اس اسلامی قطعہ ارض پر شدید سختیوں اور سخت آزمائشوں کے بعد جنھیں لوگوں نے ثابت قدمی سے برداشت کیا، اس کی مدد نازل ہوئی۔ بہت سے لوگ آزمائش کی اس سیڑھی سے گر گئے۔ ہم اللہ سے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ کبھی مومنین اس سیڑھی پر ثابت قدم رہے اور کبھی تزلزل کا شکار رہے۔ ہم اللہ سے استغفار کے طالب ہیں۔ انشاء اللہ

اللہ کی یہ مبارک مدد یہاں ہمیشہ ہوتی رہے گی۔ ظلمت و تاریکی کا دور ختم ہوگیا یا ختم ہونے کو ہے۔ استعمار، شیطان اور ظالموں کی سانسیں اکھڑ گئی ہیں۔ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ کافروں کے مقابلہ میں مومنین کا نفس معرکہ میں قوی اور دوام پذیر ہوتا ہے کیونکہ:

"اللہ ان لوگوں کا سرپرست ہے جو ایمان لا چکے کہ انھیں (گمراہی) کی تاریکیوں سے نکال کر (ہدایت کی) روشنی میں لاتا ہے۔ اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا، ان کے سرپرست شیطان ہیں کہ ان کو (ایمان کی) روشنی سے نکال کر (کفر کی) تاریکیوں میں ڈال دیتے ہیں۔ یہی لوگ تو جہنمی ہیں (اور) یہی اس میں ہمیشہ رہیں گے۔" (بقرہ : ۲۵۷)

آزمائش کے اس سخت ترین مرحلہ کے اختتام پہ ہم پروردگار عالم کا شکر بھی ادا کرتے ہیں اور معذرت بھی چاہتے ہیں۔ شکر اس لیے کہ اس نے ہم پر رحمت نازل کی اور معذرت اس لیے کہ ہم سے اس مرحلہ میں کچھ کمزوریاں، کچھ ناامیدیاں، کچھ تاخیر اور کچھ لغزشیں ظاہر ہوئی ہیں۔ وہی حمد کا سزاوار ہے۔ اور وہی بخشنے والا ہے۔

خدا کے ساتھ معاملہ کرنے اور اس کی مرضی کے مطابق کام کرنے میں سب سے سخت گھڑی آزمائش کی گھڑی ہوتی ہے۔ یہی گھڑی سب سے زیادہ امید اور عطا کی گھڑی ہوتی ہے۔

اس مرحلے میں مومنین پر لغزش، کمزوری اور خوف کے بہت سے موقعے گزرے ہیں۔ قریب تھا کہ وہ ناامیدی کی طرف چلے جاتے اور آزمائش کی سختیوں سے بچ کر راحت و عافیت کی طرف مائل ہو جاتے۔ کبھی وہ لڑکھڑا بھی جاتے تھے، کبھی پھسل بھی جاتے تھے۔ کبھی شک پیدا کرنے والوں کی باتوں میں آتے آتے رہ جاتے۔ کبھی روکنے والوں کی باتوں میں آکر رکتے رکتے رہ جاتے۔ یہ سب اس وقت ہوا جب آزمائش کی مدت طویل ہوئی اور مشقت زیادہ ہوئی۔ لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ نے انھیں ثابت قدم رکھا۔ انھیں اطمینان بخشا۔ ان کی قوت اور ان کے ایمان میں اضافہ کیا۔ انھیں اپنی واضح نشانیاں دکھائیں۔ ان کو لغزشوں سے بچایا۔ مشکل وقتوں میں ان کو سہارا دیا۔ ان سے شیطان کو دور بھگایا۔ ان کو اسی قدر آزمائش میں مبتلا کیا جس قدر وہ برداشت کر سکتے تھے۔ پس جب ان کا کاسۂ صبر لبریز ہوا تو اللہ نے ان کے دشمنوں کی آنکھوں کو اندھا کر دیا۔ ان کے کانوں کو بہرا اور ان کی زبانوں کو گونگا کر دیا۔

اللہ کی توفیق سے وہ کوڑے کھاتے وقت بھی اللہ کی رحمت کو دیکھ رہے تھے۔ اسی لیے تو انھیں درد کم محسوس ہوتا تھا۔ کبھی وہ دشمنوں کی آنکھوں کے سامنے سے گزر جاتے مگر اللہ کی رحمت سے نہ تو ان کو نظر آتے اور نہ ہی وہ ان کی آواز سُن پاتے تھے۔

کبھی وہ آگے بڑھتے تھے اور کبھی پھسل جاتے تھے۔ جب ایسا ہوتا تو اللہ انھیں دوبارہ استقامت عطا فرما دیتا تھا۔ وہ اپنا گھر بار چھوڑ کر نکل جایا کرتے تھے، کبھی سب کے سب ہجرت کیا کرتے اور کبھی وہ گھر والوں کو خدا کے سہارے چھوڑ کر نکل کھڑے ہوتے تھے۔ ایسے میں خدا ان کے گھر والوں

تک بھی رزق پہنچاتا تھا۔

کبھی وہ جیل کی تاریک کوٹھریوں سے ڈر جاتے تھے۔ کبھی ہجرت کی سختیوں سے خوف زدہ ہو جایا کرتے تھے کہ کہیں ان کے گھر والے منحرف نہ ہو جائیں یا خود ان کی جدائی ان کو پریشان نہ کر دے۔ ایسے میں کبھی ان کے گھر والے ان تک پہنچ جاتے اور کبھی وہ خود واپس گھر لوٹ آتے تھے۔ پھر انھیں اس بات کا احساس ہوتا تھا کہ اللہ نے ان پر رحمت وحمایت و مدد کی بارشیں کی ہوئی تھیں۔

کبھی وہ امن وسکون، مال و دولت، اہل وعیال غرضیکہ سب کچھ چھوڑ کر دور دراز کے ممالک میں نکل جایا کرتے۔ ایسے میں اللہ انھیں یہ سب کچھ فراہم کر دیتا تھا۔

کبھی وہ اس بات سے ڈرتے تھے کہ کہیں ان کا ایمان ڈانوا ڈول نہ ہو جائے اور کہیں وہ سزاؤں کے آگے رام نہ ہو جائیں۔ ایسے میں اللہ تعالٰی نے ان کے ایمان کو تقویت دی، ان کے دلوں کو نور بخشا اور ان کی قوت میں اضافہ کیا۔

کبھی وہ اس بات سے خوف کھاتے تھے کہ کہیں ان کا جسم سزاؤں اور سختیوں کو برداشت کرنے سے قاصر نہ ہو جائے۔ ایسے میں اللہ تعالٰی نے انھیں قوت دی، صبر دیا اور ان کے ایمان کو مزید پختہ بنایا۔

کبھی انھیں یہ بات پریشان کرتی کہ وہ اپنے پیچھے بوڑھے ماں باپ، چھوٹے چھوٹے بچوں اور عورتوں کو چھوڑے جا رہے ہیں کہ ان کے بعد جن کی کفالت کا کوئی وسیلہ نہیں ہے۔ ایسے میں اللہ نے مومنین کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دیا جو اپنے دسترخوان میں انھیں بھی شریک کر لیتے تھے اور جنھوں

نے اپنی زندگی میں ان کو بھی برابر کا حصہ دار بنا لیا تھا۔

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہم پر یہ نعمتیں اتنی فراوانی سے نازل کیں۔ حمد ہے خدا کی۔ حمد ہے خدا کی۔ حمد ہے خدا کی۔ حمد ہے خدا کی تمام مخلوقات کی خلا میں لی گئی سانسوں کی تعداد کے برابر۔ حمد ہے خدا کی، بارش کے قطروں کی تعداد کے برابر۔ حمد ہے خدا کی، زمین کے ذرّات کے برابر۔ حمد ہے خدا کی، دریا کی موجوں کے برابر۔ حمد ہے خدا کی جب بھی کوئی خدا کی حمد بجا لائے۔ حمد ہے خدا کی، جب بھی ہوا چلے۔ حمد ہے خدا کی، جب بھی سورج طلوع ہو۔ حمد ہے خدا کی، جب بھی سورج غروب ہو۔ تمام حمد بجا لانے والوں کی حمد سے بھی زیادہ حمد، ویسی حمد جیسی کہ وہ چاہتا ہے۔

اور ہم اللہ سے بخشش کے بھی طلب گار ہیں۔ ہم اللہ سے مغفرت طلب کرتے ہیں، کیونکہ ہم سے کبھی لغزش اور خوف بھی ظاہر ہوا۔ ہم اللہ سے مغفرت طلب کرتے ہیں کیونکہ ہم پر کبھی مایوسی بھی طاری ہوئی اور ہم کبھی دنیا کی طرف بھی جھکے۔ ہم اللہ سے مغفرت طلب کرتے ہیں کیونکہ ہمارے نفسوں میں کبھی شک بھی پیدا ہوا لیکن خدا نے اسے ہم سے دور کیا۔ ہم اللہ سے مغفرت طلب کرتے ہیں، کیونکہ کبھی ہمارے دلوں میں راحت و عافیت کی خواہش نے بھی جنم لیا۔

اے ہمارے رب اگر ہم بھول جائیں یا غلطی کریں تو ہماری گرفت نہ [illegible] اے ہمارے پروردگار ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال [illegible] ہم سے اگلے لوگوں پر بوجھ

ڈالا تھا (اور) اے ہمارے پروردگار اتنا بوجھ
جس کے اٹھانے کی ہم میں طاقت نہ ہو ہم سے
نہ اٹھوا۔ اور ہمارے قصوروں سے درگزر کر اور
ہمارے گناہوں کو بخش دے۔ اور ہم پر رحم فرما۔
تو ہی ہمارا مالک ہے۔ تو ہی کافروں سے مقابلہ
میں ہماری مدد کر۔" (البقرہ : ۲۸۶)

ہاں! شکر اور استغفار، حمد اور معذرت۔ اس مرحلہ میں ہمارا اللہ کے ساتھ یہی معاملہ ہے۔

آیئے! میرے ساتھ قرآن کریم کی یہ واضح آیتیں پڑھیے اور اسی کے ساتھ ہم اپنی بات ختم کرتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَاَيْتَ النَّاسَ
يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ
رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝

"(اے رسولؐ) جب خدا کی مدد آپہنچے گی اور
فتح (مکہ) ہو جائے گی اور تم لوگوں کو دیکھو گے
کہ غول کے غول خدا کے دین میں داخل ہو رہے

ہیں تو پھر تم اپنے پروردگار کی تعریف کے
ساتھ تسبیح کرنا اور اسی سے مغفرت کی دعا
مانگنا۔ وہ بے شک بڑا معاف کرنے والا
ہے۔" (سورہ نصر)

هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ
اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ۔

"یہ وہی تو چیز ہے جس کا خدا نے اور اس کے
رسولؐ نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور خدا نے
اور اس کے رسولؐ نے بالکل ٹھیک کہا تھا۔"
(احزاب : ۲۲)

محمد مہدی الآصفی
۲؍ اپریل ۱۹۷۹ء